تذکرۂ غوثِ صمدانی

حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی

رضی اللہ عنہ

مصنف

پیر طریقت حضرت مولانا مفتی حافظ شاہ **محمد حسین** صاحب فاروقی صابری ردولوی

تحقیق و ترتیب

مفتی **محمد [illegible] رضا** [illegible]

[illegible]

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت [illegible] جامعہ چشتیہ

خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف ضلع فیض آباد یوپی

حق حق حق

تذکرہ
غوثِ صمدانی

حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

مصنف:

شہیدِ عشق حضرت مولانا مفتی حافظ شاہ محمد حسین صاحب فاروقی صابری الہ آبادی علیہ الرحمہ

تقدیم و ترتیب

مفتی محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

شیخ الحدیث جامعہ چشتیہ

ناشر:

شعبۂ نشر و اشاعت المتعلقہ جامعہ چشتیہ

خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

ردولی شریف ضلع فیض آباد، یو پی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	تذکرۂ غوث صمدانی
تالیف	شہید عشق حضرت مولانا مفتی محمد حسین چشتی، صابری، الہ آبادی
تقدیم وترتیب	مفتی محمد احمد رضا مصباحی حنفی دیناجپوری
سنہ اشاعت	۲۰۱۳ء
کمپوزنگ	مولانا محمد وسیم اختر مصباحی
طباعت	نور پرنٹرس، لکھنؤ موبائل: 9336628735
تعداد اشاعت	500
ناشر	شعبہ نشر واشاعت متعلقہ جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف، ضلع فیض آباد۔
قیمت	

: ملنے کا پتہ :

جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف، ضلع فیض آباد۔

موبائل: 9026742301

حق حق حق

شرف انتساب

☆ قدوۃ السالکین حضرت شیخ داؤد فاروقی چشتی ردولوی
☆ عمدۃ الواصلین حضرت شیخ عمر فاروقی چشتی ردولوی
☆ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبدالحق چشتی صابری ردولوی
☆ سلطان الاولیاء حضرت شیخ سیاح سہروردی ردولوی
☆ سراج الاولیاء حضرت شیخ صفی نعمانی چشتی اشرفی ردولوی

قدس اللہ اسرارہم

کے

نام

جن کے خصوصی فیضان سے جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہے اور یہ حقیر جن بارگاہوں کا ادنیٰ بھیکاری ہے۔

غبار کوچۂ اولیاء

محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

جامعہ چشتیہ ردولی شریف

عرض ناشر

جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ مسلک اہل سنت کا عظیم دینی ادارہ جو خدمت دین متین اور دعوت و تبلیغ کے فریضے کی انجام دہی میں مصروف ہے اور حضرت شاہ عمار احمد احمدی نیر میاں سجادہ نشین درگاہ ردولی شریف کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہا ہے۔ جس کے تمام شعبے روز بہ روز عروج وارتقاء کی منزلیں طے کررہے ہیں۔ خاص کر شعبہ نشر واشاعت مزید فروغ وترقی کی راہ پر گامزن ہے جس سے تقریباً ۱۵ر سے زائد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

زیر نظر کتاب تذکرہ غوث صمدانی اسی شعبہ کی ایک اہم کڑی ہے جو حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے۔ یوں تو غوث اعظم کی سوانح پر بے شمار کتابیں ہیں مگر یہ رسالہ طرز تحریر اور بیان میں انوکھا ہے حضرت مفتی احمد رضا اشرفی مصباحی کی ترتیب جدید اور مقدمہ نے اس کے حسن کو دوبالا کرڈالا جو قارئین کو دوسری کتابوں کی ورق گردانی سے یقیناً بے نیاز کردے گا اور عوام کیلئے مفید ومعاون ثابت ہوگا۔

واضح ہو کہ ہمارا یہ شعبہ ہر سال ڈیڑھ سے دو لاکھ روپئے کتابوں کی اشاعت میں خرچ کرتا ہے جو جامعہ چشتیہ کے فنڈ سے جاتا ہے اس کے علاوہ طلبہ کی کثرت اور دوسرے اخراجات کی وجہ سے ادارے کا خرچ ۳۰ر لاکھ روپئے سالانہ ہے۔ لہٰذا ہم مخیّر حضرات خصوصیت سے سلسلہ چشتیہ کے مریدین ومعتقدین سے گزارش کرتے ہیں کہ اپنے زکوٰۃ وصدقات وعطیات سے مدد کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط والسلام

نیاز احمد اشرفی

ناظم شعبہ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ

۲۰ر فروری ۲۰۱۳ء

حق حق حق

کلمات خیر

از: نیر ملت حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ
سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم.

میرے پرنانا شہیدِ راہ عشق حضرت علامہ مفتی محمد حسین فاروقی چشتی صابری الہ آبادی علیہ الرحمہ کی قد آور شخصیت سے اہل علم واقف ہیں۔صوفیاء وعلماء کے مابین آپ کا جو مقام تھا وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ان کی پوری زندگی خدمت خلق وخدمت دین وملت میں گزری اور دین کے ہر ایک شعبہ میں آپ کی جو خدمات ہیں وہ کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکیں گی۔

بزرگان دین واولیاء اللہ سے آپ کا عاشقانہ تعلق وابستہ تھا اور اپنی محافل ومجالس میں سیرت صالحین کا کثرت سے تذکرہ کرتے۔سرکار غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں تو گویا مستغرق رہتے۔زیر نظر کتاب آپ کی اسی عقیدت ومحبت کی ایک جھلک ہے۔

حضرت غوث جیلانی کے فضائل ومناقب میں گرچہ ہزاروں کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں مگر یہ کتاب اپنی نوعیت میں منفرد اس لئے ہے کہ اس میں حضرت مولانا نے مستند واقعات کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔کتاب کی ترتیب وتہذیب میں عزیز القدر مفتی محمد احمد رضا اشرفی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اچھی خاصی محنت صرف کی اور مصنف کے تعارف کے ساتھ ساتھ ایک وقیع

مقدمہ بھی شامل کتاب کردیا جس سے کتاب کی معنویت مزید بڑھ گئی۔اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا کرے اور کتاب کو قارئین کے لئے نفع بخش کردے۔ آمین!

بجاہ سید المرسلین وعلیٰ الہٖ واصحابہ واجمعین۔

فقط

دعا گو

فقیر شاہ عمار احمد احمدی (عرف نیر میاں)

سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم

ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ/۱۲ر فروری ۲۰۱۳ء

پیش لفظ

حامداًومصلیاً!

اللہ تعالیٰ کے ذاکرین کا ذکر بجائے خود ایک عبادت ہے بلکہ جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اپنی شان کے مطابق اس بندے کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے **فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون** اوراس سے یہ ظاہر ہے کہ صالحین کا ذکر کرنا سنت کبریا ہے۔

قرآن مجید جو خداوند قدوس کا معزز کلام ہے اس کے بیشتر حصے ایسے ہیں جو انبیاء اولیاء و دیگر صالحین بندوں کے ذکر خیر پر مشتمل ہیں اور جہاں کہیں بروں کا تذکرہ کیا گیا تو اس کا پس منظر یہی ہے کہ انہوں نے صالحین کا طریقہ نہیں اپنایا اوران کی اتباع نہیں کی یعنی اس طرز بیان میں بھی صالحین ہی کا ذکر مقصود ہے۔

احادیث طیبہ میں بھی رسول اللہ ﷺ نے انبیاء سابقین کے قصص وامثال اوراولیا وصالحین کی حکایتوں کے اذکار کا التزام فرمایا اور ہمیں ان کے واقعات سے درس لینے کا حکم فرمایا۔جیسا کہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے ظاہر ہے۔**ذکر الانبیاء من العبادة وذکر الصالحین کفارة.** (جامع صغیر)

یعنی انبیاء کرام کا ذکر پاک عبادت ہے اور صالحین عظام کا ذکر پاک گناہوں کا کفارہ ہے۔

بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ملفوظات میں بھی اسی طریقے کا اہتمام دیکھنے کو ملتا ہے بلکہ عموماً ان کا انداز یہی ہے کہ ہر ارشاد کے بعد کسی نہ کسی مرد صالح کا کوئی دلچسپ و سبق آموز حکایت بیان فرماتے ہیں اور نتیجے کی طرف بھی اشارہ فرمادیتے ہیں۔

غرض کہ صالحین کا ذکر صالحین کا طریقہ ہے اور حصول رحمت کا ذریعہ ہے۔اس باب میں حضرت سفیان بن عیینہ کا قول معروف ومشہور ہے اور بعض لوگوں نے اس کے حدیث ہونے کا بھی

قول کیا ہے عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمة یعنی صالحین بندوں کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت ابوعلی دقاق سے عرض کیا گیا کہ اولیاء کرام کے حالات صرف سن لئے جائیں اور عمل نہ کیا جائے تو کیا اس میں بھی کچھ فوائد ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کم از کم دو فائدے ضرور ہیں۔ اگر کوئی طالب حقیقی ہوگا تو طلب میں اضافہ ہوگا یا اگر کوئی مغرور ہوگا تو غرور میں کمی ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف سے کسی نے پوچھا کہ جب دنیا میں اولیاء کرام کا وجود نظر نہ آئے تو کیا عمل کرنا چاہئے کہ لغویات سے بچیں؟ فرمایا اولیاء کرام کے حالات کا ایک باب روزانہ پڑھ لیا کرنا۔

ایک بزرگ تمنا کرتا تھا کہ کاش کوئی ایسا فرد ملے جو بندگان خدا کی باتیں سناتا جائے اور میں سنتا جاؤں یا وہ سنتا جائے اور میں سناتا جاؤں اور فرمایا کہ اگر جنت میں اللہ والوں کا ذکر نہ ہو تو جنت سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔

پھر آج کے اس دور پرفتن میں جہاں ہر چہار جانب بےچینی و بدامنی کا دور دورہ ہے اور انسان کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ دولت سکون سے یکسر محروم ہے ایسے میں انبیاء و صالحین کا تذکرہ ہی تسکین قلب و روح کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے چنانچہ زیر نظر کتاب کو ہدیہ ناظرین کا ایک مقصد جہاں یہ ہے کہ شہید عشق حضرت علامہ حافظ محمد حسین چشتی صابری علیہ الرحمہ کے اس حسین مرقع کے توسط سے لوگ سرکار غوث اعظم کے مقام مرتبے سے واقف ہوں وہیں پر یہ جذبہ صادق بھی شامل تحریک ہے کہ اس کے ذریعہ سے بےتاب قلب و جگر کو سکون و اطمینان کی غذا فراہم ہو۔

حضرت شہید عشق رحمۃ اللہ نے یہ رسالہ گیارہویں شریف کی محفل میں پڑھنے کیلئے مرتب فرمایا تھا اور آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد الفاروقی مرحوم نے کتاب مسمیٰ بہ ''مولانا محمد حسین الٰہ آبادی حیات و خدمات'' میں شامل کرکے اسے شائع بھی کردیا تھا جس پر تقریباً اسی سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ۲۰۱۱ء میں کتاب مذکور کو ''تجلیات شہید عشق'' کے نام سے دوبارہ شائع کیا گیا

اوراس کتاب پر جب میں ترتیب جدید کا عمل جاری کئے ہوئے تھا تو رسالہ ھٰذا کو اس مقصد سے الگ کرلیا تھا کہ اسے ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے منظر عام پر لانا حضرت مولانا کی ذات کیلئے سب سے بہترین خراج عقیدت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر ہے کہ حضرت شہید عشق کا فیضان متوجہ ہوا اور کتاب اہل ذوق کے ہاتھوں تک پہنچ گئی۔

حضرت شہید عشق کی طرف سے کتاب کا کوئی مستقل نام نہیں رکھا گیا تھا لھٰذا میں نے اپنے ذوق کے مطابق اس کا نام ''تذکرہ حضرت غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ'' رکھا امید ہے کہ قارئین مطمئن ہوں گے۔

میں نے کتاب کے شروع میں حضرت مولانا مؤلف کا تعارف و تذکرہ بھی تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے اور ایک مقدمہ بھی سپرد قلم کیا ہے۔ اصل کتاب کے اعتبار سے تعارف و تقدیم گرچہ قدرے طویل ہوگیا ہے مگر اس میں میں نے انہیں باتوں کا اعادہ کیا ہے جن کے ماٰخذ عام قارئین کے دسترس سے باہر ہیں۔ مجھے بھر پور یقین ہے کہ پڑھنے والے اسے نگاہ تحسین دیکھیں گے اور دعاؤں سے نوازیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

کتاب ھٰذا کی ترتیب وتہذیب میں مقدور بھر کوشش کی گئی ہے کہ اغلاط وخامیاں جگہ نہ پکڑ سکیں مگر غلطی سے فرار ممکن نہیں اس لئے قارئین کے حضور یہ گزارش کروں گا کہ کتاب میں انہیں جہاں کہیں کوئی خرابی نظر آئے ازراہ خیر اطلاع بخشیں تا کہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہٖ اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

فقط والسلام

سجادہ نشین مخدوم شیخ العالم کا کفش بردار

احقر العباد محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

۲۹؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

۱۱؍فروری ۲۰۱۳ء بروز دوشنبہ

۷۸۶/۹۲

حق حق حق

صاحب کتاب-ایک مختصر تعارف

از-محمد احمد رضا اشرفی مصباحی

انیسویں صدی عیسوی کی چھٹی دہائی ہے۔غیر منقسم ہندوستان کے طول عرض میں بے چینی اور شور غوغا کی لہریں چل رہی ہیں۔ ہر طرف بے اطمینانی اور بدامنی کا بازار گرم ہے۔باطل قوتیں متحد ہوکر اسلامی تہذیب وثقافت پر حملہ آور ہو چکی ہیں۔روایات اسلامیہ کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے ہر چہار جانب سے طاغوتی یلغاریں جاری ہیں۔

ہندی مسلمانوں کے سروں پر غم واندوہ کا ہمالیہ ٹوٹ رہا ہے۔ان کی صدیوں پرانی سطوت وسلطنت کی طنابیں اکھڑ چکی ہیں علمی محفلوں کی رونقیں ماند پڑتی جارہی ہیں۔اسلامی سیاست وقیادت کی روح رفتہ رفتہ نکلتی جارہی ہے اور دھیرے دھیرے پورا ملک اغیار کے زیر تصرف آتا جارہا ہے۔

یہ سوچ کر کہ ملک چلا گیا تو ملت بھی متاثر ہوگی، ہماری تہذیب وتمدن کا جنازہ بھی نکل جائیگا یہاں سے ہمارے مذہبی شعائر نابود ہوجائیں گے، ہمارے اخلاف اغیار کے سامنے دریوزہ گیری کرنے پر مجبور ہوجائیں گے،علمائے حق اپنی درسگاہوں سے باہر آگئے۔صوفیہ اپنی خانقاہوں سے نکل پڑے۔مشائخ اپنی مسند مشیخیت سے اتر آئے اور زبان وبیان،تحریر وقلم ودست وبازو سے ملک وملت کی بقا کیلئے دشمنوں کے خلاف محاذ آرا ہوگئے۔

لیکن ایک زبردست فوجی قوت کے آگے درماندہ دل اور پریشان فکر مجاہدوں ایک مٹھی بھر جماعت کیا کرسکتی تھی۔بندوق کی ایک دندناتی ہوئی گولی کے مقابلے میں پتھر کی ایک کنکری کیا گل

کھلا سکتی تھی یا پھر بارود کے ایک توپ کے جواب میں کمان کا ایک تیر کیا کرشمہ دیکھا سکتا تھا ؟غرض کہ جنگی ہتھیار کے نام پر ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا ہاں اگر کچھ تھا تو وہ جذبہ حریت تھا ،تحفظ دین وسنت کا احساس تھا اور وطن واہل وطن کو غیروں کی غلامی سے بچانے کی فکر تھی اور اس کیلئے وہ ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے بلکہ دشمنوں کے توپ اور بندوق کی گولیوں کی ننگی چھاتیوں سے یوں استقبال کرتے تھے کہ گویا یہ ان کیلئے مبارک بادی کے تحفے ہیں اور تختہ ٔدارورسن کی طرف خراماں خراماں یوں بڑھتے تھے گویا حجلہ ٔعروسی میں قدم رکھنے کا ارادہ ہے۔

جذبۂ حریت سے سرشار مٹھی بھر اہل حق کے ان عزائم اور حوصلوں کو دیکھکر ٹڈی دل فرنگیوں کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ حیرت سے ان کے ہمنواؤں کی پیشانیاں شکن آلود ہوگئی تھیں مگر ہونا وہی تھا جو قدرت کو منظور تھا۔ ہر طرف کشت وخون کا معرکہ گرم ہو گیا ،فریب دہی اور دھوکہ دھری عام ہوگئی اور ایک خاص مقصد کے تحت مسلمانوں کے مال وجان کو نشانہ بنایا جانے لگا اساطین ملت کا قتل عام شروع ہو گیا ،خانقاہیں گرادی گئیں ،مدارس ڈھا دیئے گئے ،مسجدیں ویران ہوگئیں ،مسلمانوں کے املاک پر غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا ،آثار اسلامیہ کی حرمت پامال کی جانے لگی بلکہ مہم اس قدر خطرناک چھیڑ گئی تھی کہ ہندوستان کی تاریخ سے ہماری صدیوں پرانی شان وشوکت کی شناخت ختم ہونے کے قریب تھی۔

تاہم اللہ جل شانہ کی شان بے نیازی اور اسکی قدرت ومصلحت نہایت ہی عجیب ہے کہ جب اہل طغیان اہل حق پر عرصہ حیات تنگ کر دیتے ہیں تو وہ اپنے پرستاروں کو دشمنوں کے مقاصد سے آگاہ کر دیتا ہے اور ان پر اپنی مشیت بھی عیاں فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم ناطق ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ (الصّف آیت ۸)	وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجھا دیں اور حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہے۔

اور معرکہ حق وباطل کا لازمی نتیجہ جو ہمارے لئے سب سے عظیم خوشخبری ہے اس کا اظہار یوں فرماتا ہے۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

اللہ کریم کا کرم دیکھئے کہ جس زمانے میں سرزمین ہند سے اسلامی قوت کے پاسبانوں اور حق کے علمبرداروں کو مٹانے کی تمام تر سازشیں رچی جارہی تھیں، اسلام کے علمی وروحانی اور سیاسی وعمرانی ڈھانچے کو تباہ کرنیکا دیباچہ ترتیب دیا جارہا تھا ٹھیک اسی زمانے میں یہاں کے علمی و روحانی خانوادوں میں لعل شب چراغ کی طرح شاہین صفت افراد کا ظہور ہورہا تھا۔شہید عشق حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی نوراللہ مرقدہ بھی انھیں افراد ملت کے ایک فرد جلیل تھے جو اس دورانحطاط میں اسلامی غیرت وحمیت کا امین ومحافظ بن کر جہان خاکی میں قدم رنجہ ہوئے۔

ع خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

نام ونسب اور مقدس خانوادہ

حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ جس علمی خانوادے کے چشم وچراغ تھے اس کی دینی، علمی، سیاسی، سماجی اور روحانی وانقلاب آفریں تاریخ ماہ وسال نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ہے۔فقیہ وقت محدث اجل عارف حق شیخ السالکین حضرت شاہ محبّ اللہ محدث الہ آبادی سے لیکر فریدالملت والدین شیخ شیوخ الکاملین حضرت شاہ فریدالدین مسعود گنج شکر تک اور سلطان عادل شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی سے لیکر خلیفۃ المسلمین امام العادلین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک ہر دور میں اس خانوادے کے افراد ملت اسلامیہ کیلئے باعث صد افتخار بنے رہے اور تاریخ اسلام کا کوئی بھی ورق ان کی ہمہ جہت خدمات سے خالی نہیں رہا۔

آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی، انیسویں پشت میں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر اور تینتالیسویں پشت میں حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

پیدائش و پرداخت

حضرت مولانا کی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں متعدد اقوال ہیں۔اغلب یہ ہے کہ آپ ۱۸۵۳ء کے کسی مہینہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا تذکرہ نگار لکھتا ہے۔

''۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان کی پہلی تحریک آزادی شروع ہوئی، جسے غدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔مولانا کی عمر ساڑھے چار برس تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا غالباً۱۸۵۳ء کے کسی مہینہ میں پیدا ہوئے۔''

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ خیز حالات میں مولانا کا خانوادہ بھی متاثر ہوا خاندان کے بہت سے سر کردہ حضرات گرفتا کر لئے گئے اور جو حضرات گرفتاری سے بچ گئے تھے وہ حالات کے بہت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے اپنے بال بچوں کولیکر ادھر ادھر روپوش ہو گئے انھیں لوگوں میں مولانا کے حقیقی چچا حضرت مولانا تجمل حسین چشتی علیہ الرحمہ بھی تھے جو بشمول آپ کے اپنے پورے کنبے کے ساتھ موضع میلھن ضلع الہ آباد منتقل ہو گئے اور جب تک حالات معمول پر نہیں لوٹے وہیں مقیم رہے۔مولانا محمد الفاروقی صاحب لکھتے ہیں۔

''اس زمانہ میں (۱۸۵۷ء) چونکہ ہندوستان کی حالت نہایت ہیجانی ہورہی تھی۔علماء کو اپنی عزت وحرمت کی حفاظت مشکل ہورہی تھی۔ ہر شخص مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ چونکہ مولانا کا خاندان بھی ایک با اثر علمی خاندان تھا لہٰذا اس پر بھی اشتباہ کی نظریں پڑتی تھیں چنانچہ اکثر افراد خاندان قلعہ میں قید کئے جاچکے تھے۔آپ کے چچا مولانا تجمل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر والوں کولیکر موضع میلھن چلے گئے اور جب تک غدر کا زمانہ رہا یہ سب لوگ وہیں مقیم رہے ''۔

تحصیل علم دین وتدریسی خدمت

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جس گھرانے میں اپنی آنکھیں کھولی تھی اس کا ہر فرد علمی دینا

میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔والد گرامی حضرت مولانا تفضّل حسین چشتی صابری،عم محترم حضرت مولانا تجمل حسین چشتی صابری اور حضرت مولانا مہدی حسین چشتی صابری وغیرہ کا شمار وقت کے متبحر علماء میں ہوتا تھا اس کے علاوہ خاندان محبّ اللہی کی ہر شاخ میں علم وفضل کے حاملین افراد کی کثرت تھی اور پھر تعلیم وتعلم کا مشغلہ خاندانی روایات کا ایک ایسا اہم حصہ تھا جو نسلا بعد نسل منتقل ہوتا چلا آرہا تھا لہٰذا آپ بھی بلا کسی لیت ولعل کے اسی راہ پہ چل پڑے جس پر اپنے بزرگوں کو دیکھا اور آگے چل کر نہ صرف اپنے اسلاف واکابر کی پاکیزہ روایات کا امین بن گئے بلکہ ان کے اور بعد والوں کیلئے باعث افتخار بھی قرار پائے۔

آپ کی مکتب کی تعلیم قصبہ میلھن میں ہوئی اور الہ آباد واپسی پر حفظ قران کریم مع تجوید وترتیل کی تکمیل حافظ اجر الدین الہ آبادی سے فرمائی اس وقت عمر طبعی لگ بھگ تیرہ برس کی تھی۔ حفظ قرآن کے بعد عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے چچا حضرت مولانا مہدی حسین چشتی صابری سے پڑھی پھر حضرت مولانا نعمت اللہ فرنگی محلی کی شاگردی اختیار کی۔حضرت مولانا نعمت اللہ فرنگی محلی اس وقت جبل پور میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے تھے اور حضرت مولانا کے خاندان سے گہرا ربط وضبط رکھتے تھے اسلئے وہ جب کبھی آپ کے یہاں تشریف لاتے تو مہینوں قیام کرتے اور اس قیام کا مقصد صرف آپ کو تعلیم وتعلم کرنا ہوتا تھا چنانچہ بہت سی اہم فنون کی کتابیں آپ نے حضرت مولانا نعمت اللہ فرنگی محلی سے ہی پڑھی۔

حضرت مولانا نعمت اللہ فرنگی محلی جوہر شناس نگاہ رکھتے تھے۔انھوں نے جب آپ کی ذہانت وفطانت اور محبت ودلچسپی کا مظاہرہ دیکھا تو آپ کو اپنے ساتھ فرنگی محل لے آئے اور استاذ الفقہاء ابوالحسنات حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے سپرد فرمادیا پھر کیا تھا ایک قطرہ دریا سے ملا اور دریا ہوگیا۔

آپ کی اخاذ طبیعت پر حضرت علامہ ابوالحسنات کے علمی تبحر کا خاص اثر مرتب ہوا یہی وجہ تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے جملہ علوم وفنون پر مضبوط گرفت حاصل کرلی اور ایک قلیل عرصہ میں علمی دنیا میں ایک نمایاں مقام پیدا کرلیا۔حضرت علامہ ابوالحسنات بھی آپ کی جودت فکر اور فطری خوبیوں سے

بہت متاثر تھے اوراس وجہ سے آپ پر سے ان کی نظر شفقت نہ ہٹتی تھی۔مولانا محمد الفاوقی لکھتے ہیں۔

''مولانا عبدالحئ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شفقت آپ پر بہت تھی۔انھوں نے آپ کو ابوالذکاء کا خطاب عطا فرمایا۔اکثر آپ کو حکم دیتے تھے کہ فلاں مسجد میں وعظ بیان کرو چنانچہ یہ بھی فرمایا کہ آج میں بھی تمھارا بیان سنوں گا۔حضرت مولانا عبدالحئ صاحب کے تلامذہ میں یہ شرف آپ ہی کو حاصل تھا کہ آپ کی ذات میں مولانا کی جامعیت علوم وفنون بھی آئی آپ اپنے تمام معاصرین میں اس خصوصیت کے ساتھ ممتاز تھے،،۔

ابوالحسنات حضرت علامہ عبدالحئ فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ پر اس درجہ اعتماد تھا کہ فراغت کے بعد آپ کو دو سال تک اپنے پاس روکے رکھا اور طلبہ کو پڑھانے کی ذمہ داری آپ کے سپرد فرمائی۔آپ کا تذکرہ نگار لکھتا ہے۔

''درسیات ختم کرنے کے بعد آپ کو مولانا عبدالحئ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو سال تک اپنے پاس رکھا اور تمام اسباق آپ کے سپرد کردئے۔سوائے اخری کتابوں کے باقی سب آپ ہی پڑھاتے تھے اسی زمانے میں بہت سے حضرات آپ کے شاگرد ہوئے،،۔

آپ علم تجوید کے بھی زبردست ماہر تھے چنانچہ باقاعدہ اس فن کو حاصل کرنے کیلئے حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کے پاس پانی پت تشریف لے گئے اوران سے فن تجوید کی اہم کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی اور سند قرأت سبعہ عشرہ کے ساتھ ساتھ سند حدیث بھی حاصل فرمائی اور پھر صرف فن حدیث کا اشتیاق ہوا تو دہلی کیلئے رخت سفر باندھا اور خاندان ولی اللّٰہی کی قائم کردہ درس گاہ میں کچھ دن رہ کر فن حدیث میں عبور پیدا کیا اور سند حاصل کی۔

دوران تدریس علم تصوف سے شغف پیدا ہوا اور اپنے عم محترم حضرت مولانا شاہ تجمل حسین چشتی سے سلسلہ نقشبندیہ کے اذکار واشغال کی تربیت لی پھر اسکے بعد حج کیلئے رخت سفر باندھا۔

حج بیت اللہ

آپ چار مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔پہلی بار آپ کو حج کے ساتھ جو مزید سعادت نصیب ہوئی وہ سرزمین مکہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ سے بیعت

وارادت ہے اور اس موقع پر آپ کو حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی محدث مکہ مکرمہ سے سند حدیث بھی ملی کچھ سال بعد دوسری بار حج کیلئے تشریف لے گئے اور تقریباً پانچ مہینہ قیام فرما کر حرمین طیبین کے انوار و نعمت سے مالا مال ہوئے۔

اسکے بعد تیسرا حج اپنے چچا حضرت مولانا تجمل حسین صاحب کے ساتھ کیا اس وقت آپ کے مرشد گرامی بقید حیات تھے اور چوتھا حج مرشد گرامی کی وفات کے بعد کیا جو آپ کا آخری حج تھا۔

آپ کے سوانح نگار نے آپ کے چاروں سفر حج کا قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر سال ہجری یا عیسوی کی نشاندہی نہیں کی ہے اور نہ دوسری کتاب میں یہ دستیاب ہے۔

آپ جب بھی حج کیلئے تشریف لے جاتے واپس آنے کا ارادہ ترک فرما دیتے مگر ہر بار حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہوتا کہ واپس جاؤ! آخری بار جب حج کیلئے حاضر ہوئے تو اس بار بھی واپسی کا خیال دل سے نکال دیا اور عزم کرلیا کہ ہندوستان لوٹ کر نہیں جاؤنگا لیکن خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپسی پر اصرار کر رہے ہیں لہٰذا واپس چلے آئے۔

واضح رہے کہ پیر و مرشد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے والد گرامی حضرت مولانا تفضّل حسین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ مکہ شریف میں مدفون ہیں آپ کے والد گرامی حضرت حاجی صاحب کے چہیتے مرید و خلیفہ تھے حضرت حاجی صاحب نے جب ہندوستان سے مکہ ہجرت کی تو آپ کے والد گرامی بھی ترک وطن کر کے مکہ چلے گئے مگر ان کا انتقال حاجی صاحب سے پہلے ہی ہو گیا اور بعد میں وہی قبر حاجی صاحب کی بھی آخری آرام گاہ بنی جس میں آپ کے والد گرامی مدفون ہیں۔

حضرت مولانا محمد الفاروقی لکھتے ہیں۔

”آپ کے والد کا انتقال مکہ معظّمہ میں ہوا اور ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اسی قبر میں وہ دفن ہوئے جس میں بعد کو ان کے مرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون ہوئے چنانچہ جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ مزار پر فاتحہ پڑھنے تشریف لے جاتے تو کہتے کہ اس قبر میں قبلتین ہیں۔“

بارگاہ رسالت میں حاضری

زیارت روضۂ اطہر کی نیت سے مدینہ طیبہ کی حاضری ایک ایسا پاکیزہ عمل ہے کہ اگر قبول ہوجائے تو دارین میں انسان کو معراج کمال نصیب ہوجائے یہی سوچ کر ہر عاشق کسی پروانے کی طرح اس شمع ملکوتی کے گرد چکر کاٹنے کو بے تاب رہتا ہے اور خوش نصیب ہے وہ انسان جسے یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں نیک بخت انسانوں میں ایک تھے جن کے دل کی دھڑکنیں اس محبوب جملہ محبوباں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے غذا حاصل کرتی تھیں اور جن کی پوری زندگی احیاء سنت اور اجراء سنت سے عبارت تھی۔

آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب حج کیلئے تشریف لے جاتے تو پہلے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور رو دھو کر اپنا سارا دکھ درد غمخوار امت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کرتے پھر نم آنکھوں سے مکۃ المکرّمہ حاضر ہو کر ارکان حج کی ادائیگی فرماتے اور اس کے بعد جب وطن کیلئے رخت سفر باندھتے تو پھر گنبد خضریٰ کے جنتی چھاؤں میں حاضر ہو کر بارگاہ بیکس پناہ صلی اللہ علیہ میں آخری سلام نذر کرتے اور اجازت لیکر وطن لوٹ آتے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ جس کو جو کمال ملتا ہے وہ بارگاہ رسالت سے ملتا ہے فرمان نبوی ﷺ ہے **اللہ یعطی وانا قاسم۔** مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارگاہ سے کچھ ایسی خصوصی نعمتیں عطا ہوئیں جو بہت کم لوگوں کو یا بہت خاص لوگوں کو ملا کرتی ہیں۔ آپ خود فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر جن خاص نعمتوں کا فیضان فرمایا وہ حد و شمار سے باہر ہیں۔

اوپر مذکور ہو چکا کہ چوتھا حج آپ نے پیرومرشد کے وصال کے بعد ادا کیا اور یہ آپ کا آخری حج تھا۔ اس بار بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ میں حاضر ہونے کا انداز کچھ یوں نرالا تھا کہ آپ مع چند احباب کے اونٹوں پر سوار تھے۔ حاجی فرزند علی نام کا ایک قوال جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا تھا وہ اپنے مخصوص انداز میں نعت شریف اور عارفانہ کلام پڑھتا جاتا تھا اور مولانا جھومتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ قافلہ جوں جوں مدینہ پاک سے قریب ہوتا تھا سوز و گداز اور شورش بڑھتی

جاتی تھی اور جب فرزند علی قوال نے یہ غزل پڑھی۔

دشت یثرب میں تیرے ناقہ کے پیچھے پیچھے
دھجیاں جیب وداماں کی اڑاتے جاتے
صدقے ہوتے کبھی ناقہ کے کبھی محمل کے
سارباں کی انھیں ہاتھوں بلائیں لیتے

تو حضرت پر ایک عجیب وغریب کیفیت طاری تھی اور پورے قافلے پر اس کا اثر قابل دید تھا۔

آخری بار جب آپ سفر حج سے لوٹے تو آخری سلام پیش کرنے دربار اقدس میں حاضر نہیں ہوئے اور فرمایا کہ میں اس بارگاہ سے جدا ہونے کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا چنانچہ اس وقت سے لیکر جب تک حیات رہے ہمیشہ مغموم اور رنجیدہ رہے۔

ریاضت ومجاہدہ

عبادت وریاضت کا ذوق شوق حضرت مولانا کی فطرت میں شروع سے موجزن تھا اور دور درس وتدریس میں بھی زاہدانہ زندگی گذارتے تھے مگر طبیعت پر ایک خاص اثر اور قلب وجگر میں روحانی حرارت حاجی الحرمین حضرت شاہ حاجی امداد اللہ فاروقی چشتی صابری علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت کے بعد پیدا ہوئی۔

آپ اکثر دن کو روزہ رکھا کرتے تھے اور رات کو طویل قیام کرتے ذکر خفی وذکر جلی کا خوب اہتمام فرماتے تلاوت قرآن تو گویا آپ کی گھٹی میں پڑی تھی۔

مولانا محمد الفاروقی الہ آبادی بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تو آپ پر ایک قسم کیفیت طاری رہتی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ آپ اس عالم میں ہیں ہی نہیں۔ چہرہ مبارک پر نظر کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ صبح کے وقت ایک گھنٹہ کیلئے حجرے سے باہر آتے اور پھر تلاوت قرآن مشغول ہو جاتے۔ رمضان کے پورے مہینہ میں قرآن مقدس کا ۳۱ ختم کرتے رات ودن

میں ایک ختم اور پورے مہینہ کی تراویح میں ایک ختم اور تہجد میں طویل قیام کرتے اور دو گھنٹے میں چار رکعت پڑھتے پھر رات کے بعض حصے میں اس لئے آرام کرتے تا کہ سنت نبوی فوت نہ ہو۔

چلہ کشی میں بڑے بے نظیر واقع ہوئے تھے ایک چلہ کے بارے میں خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ذکر اسم ذات میں نے اتنا کیا کہ شمار نا ممکن ہے۔ ایک دفعہ یہ فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ باتیں جو اشغال واذکار کے ذریعہ لوگوں کو سالہا سال میں حاصل ہوتی ہیں مجھے دو ماہ میں حاصل ہوئیں۔

آپ کی زیادہ تر ریاضت قلبی تھی۔ صدیقیت کی شان آپ میں پائی جاتی تھی۔ ملائے اعلی کے ساتھ خاص مناسبت تھی اور جن بزرگوں کو یہ مناسبت حاصل ہوتی ہے ان کی زیادہ عبادت علمی ہوتی ہے غرض کہ نفس کے ساتھ مولانا نے جہاد اکبر کیا اور ریاضت ومجاہدہ کے تمام ممکنہ راہوں کو طے کیا یہاں تک کہ مقام عشق پر فائز ہو گئے۔

بیعت وخلافت

آپ کو بیعت وخلافت حضرت حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی آپ کی بیعت کا واقعہ یہ ہے کہ پہلی بار جب آپ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو مدینہ شریف میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم بزرگ حضرت شاہ محدث عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی ان سے آپ نے حدیث کی سند لی اور بیعت کا بھی ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت محدث موصوف نے فرمایا کہ ہمارے یہاں بیعت سے قبل نماز استخارہ ہے آج رات اسے ادا کر لیجئے پھر جیسا حکم ہوگا کل اس پر عمل کیا جائے گا چنانچہ اس رات آپ نے استخارہ کیا جب سوئے تو خواب میں ایک نورانی چہرہ نظر آیا۔ صبح کو جب حضرت محدث صاحب کی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو نہ آپ کی طبیعت ان کی طرف مائل ہوئی اور نہ انھوں نے کچھ اشارہ کیا لہٰذا بغیر بیعت کئے مکہ شریف تشریف لے آئے یہاں آکر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار ہوا تو وہ چہرہ نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگا جیسے خواب میں دیکھا تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ میرا حصہ اسی بزرگ کے پاس

ہے چنانچہ آپ نے حاجی صاحب کے حضور درخواست پیش کی کہ شرف ارادت سے مشرف کیا جائے حاجی صاحب نے درخواست قبول فرمائی اور بیعت فرمالیا پھر تین دن تک اپنی نگرانی میں چلا کرایا نیز چشتیہ خاندان کے اشغال وافکار کی تلقین کے بعد زبانی خلافت سے نوازا اس کے بعد دوسری بار جب حج کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت حاجی صاحب نے آپ کو تحریری خلافت کے ساتھ ساتھ ایک ٹوپی ،ایک کنگھی،ایک مسواک اور ایک جبہ کے ساتھ بزرگوں کے بہت سے تبرکات عطا کر کے ہندوستان روانہ کر دیا۔

واضح رہے کہ آپ کے والد گرمی مولانا شاہ تفضّل حسین اور آپ کے فرزند مولانا شاہ ولایت حسین بھی حضرت حاجی صاحب کے مرید وخلیفہ تھے اور آپ کا شمار تو ان کے اجلہ خلفاء میں ہوتا ہے۔

دینی وملی خدمات

آپ کی دینی وملی خدمات تحریر وقلم کی گرفت سے باہر ہے باوجودیکہ آپ وقت کے ایک درویش کامل تھے مگر حالات کی نبض پر آپ کی انگلیاں ہمیشہ رہتی تھیں۔غرباء پروری اور فقراء نوازی آپ کا امتیازی وصف تھی۔

آپ نے اپنی قاعدانہ صلاحیتوں سے الٰہ آباد اور قرب وجوار کے لوگوں میں جذبہ حریت پیدا کر دیا تھا اور انگریزی حکومت کے خلاف ہندو ومسلمانوں کی قوت کو متحد کر دیا تھا جس کی وجہ سے بڑی بڑی مصیبتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

آپ نے اہل وطن کی عزت وآبرو اور ان کے جان ومال کے تحفظ کیلئے جس طرح حکومت کے خلاف ڈٹ کر کھڑے ہوئے تھے اسی طرح مسلمانان ہند کی مذہبی شناخت کو برقرار رکھنے کیلئے بھی بے شمار لائحہ عمل تیار کرتے رہے۔اول الذکر کیلئے آپ نے انجمن رفاہ الاسلام الٰہ آباد قائم کی تھی جو آگے چل کر اس قدر مقبولیت حاصل کر چکی تھی کہ حکومت وقت بھی اس کی سرگرمیوں سے چوکنا رہتی تھی اور ثانی الذکر کیلئے آپ نے انتہائی دوراندیشی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے ایک تعلیمی ادارے کی تجویز وقت کے اکابر علماء کے سامنے رکھی اور اس کیلئے عملی اقدام بھی کیا جس کے نتیجے

میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تحریک وجود میں آئی مگر کچھ دوست نما دشمنوں نے عالموں کے لباس میں آپ کو ایسا دھوکہ دیا کہ آپ کی ساری کوششیں رائیگاں ہوگیئں اور آپ اس تحریک سے کلی طور پر دستبردار ہوگئے۔

آپ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ ,,کچھ شک نہیں کہ ندوہ کا محرک اول میں ہوں مگر اس کے استقرار اور انتخاب میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا گیا میں نے مولوی (محمد علی) صاحب کو اطلاع دی کہ یہ جلسہ شرکت اغیار سے خالی ہونا چاہئے مگر رائے نا مقبول ہوئی کچھ قوائد بھی میں نے لکھ کر بھیجے تھے مگر علی گڈھ کے بعض حضرات کے ترتیب دادہ قوائد کے مقابلے میں ان کی کچھ وقعت نہ ہوئی۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا عام کیا خاص جلسہ میں دونوں اغیار کا پورا پورا تصرف اور اختیار ہے اور یہ مرض بظاہر لا علاج معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنے تیئں اس جلسہ کی شرکت کے قابل نہیں سمجھا۔ مولوی اشفاق حسین صاحب کی خدمت میں میں نے عریضہ بھیجا کہ آپ ندوہ کے قبل ایک مختصر جلسہ بریلی میں کیجئے اور اس میں ان حضرات کو جن کو ندوہ میں شریک ہونے سے تامل ہے اور بعض بعض ذی فہم اور متحد الاذواق حضرات کو شرکت کی تکلیف دیجئے بعد مشاورہ کے جو رائے قرار پائے اس پر عمل کیا جائے،،۔

میری رائے میں علی گڈھ کے مذاق والوں کا تو ایک جلسہ ہمیشہ سے قائم ہے غیر مقلدوں کا ایک جلسۂ سالانہ مسمیٰ بہ مذاکرہ علمی آراہ میں ہوا کرتا ہے اور اب یہ جلسہ خاص ہم غرباء کاسہ لیسان احناف کا مخصوص ہونا چاہئے اور اس کے قوائد اپنے طور پر منضبط ہونا چاہئے اور اس کا اشتہار بھی مخصوص ہونا چاہئے۔

مرقومہ تحریر سے حضرت مولانا کے اس کرب وبے چینی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو مقاصد ندوہ کی پامالی پر آپ کو لاحق ہوئی تھی تاہم مولانا کی پوری زندگی اور عملی جدجہد سے یہ عیاں ہے کہ خدا نے آپ کو مایوس نہیں کیا اور آپ کی ذات سے خوب کام لیا۔

چند معاصرین

آپ کے معاصرین میں مندرجہ ذیل نابغۂ روزگار ہستیاں خاص طور سے قابل ذکر ہیں

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف ،حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایوں شریف ،حضرت مولانا شاہ سید سلیمان قادری پھلواری شریف ،حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی ،حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھہ شریف ،حضرت مولانا حاجی وارث علی صاحب دیوہ شریف ،حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب ستھن شریف ،حضرت حاجی قطب علی شاہ صاحب بنارس وغیرھم۔

چند مشہور تلامذہ

آپ نے فرنگی محل میں رہ کر ایک زمانہ تک تدریسی خدمات انجام دی اس کے علاوہ کہیں مستقل طور پر رہ کر اگرچہ تدریسی عمل انجام نہیں دیا تاہم آپ کے دولت کدے پر طلباء بلکہ دوسرے لوگ بھی پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے اور آپ انہیں حدیث ،تفسیر وفقہ کے علاوہ تصوف کا درس دیتے آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا نذیر احمد لکھنوی ،مولانا ابراہیم فاروقی ،مولانا عین القضاۃ لکھنوی ،مولانا حکیم احمد حسین الہ آبادی ،مولانا شفاء الصمد صاحب الہ آبادی ،مولانا عبدالباقی فرنگی محلی ،مولانا محمد فاخر ،مولانا ابراہیم ،مولانا محمد افضل دائرہ شاہ اجمل الہ آباد، مولانا محمود جونپوری ،مولانا شاہ التفات احمد سجادہ نشین حضرت شیخ العالم ردولوی وغیرہم۔

تصنیفات

آپ ہمہ جہت خوبیوں کا متحمل ہونیکے ساتھ ساتھ ایک معتبر صاحب تصانیف محقق بھی تھے آپ کی اکثر قلمی یادگاریں مدت دراز تک رکھی رہنے کی وجہ سے بالکل ضائع ہوگئیں اور کچھ مولانا کی حیات ہی میں غائب ہوگئیں البتہ کچھ کتابیں محفوظ حالت میں ملی جن میں سے کچھ شعبۂ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم نے شائع کردیا اور باقی کتابوں کو شائع کرنے کا اہتمام جاری ہے۔آپ کی فی الحال یہ تصنیفات دستیاب ہیں۔

(۱) التماس خادم باوفا بخدمت ارباب صفا (غیر مطبوعہ)

(۲) رحلۃ المسکین الی البلد الامین (مطبوعہ)

(۳) سبیل السلام فی فضائل الصیام والقیام (مطبوعہ)

(۴) رسالۃ التنظیم لنظام التعلم والتعلیم (غیر مطبوعہ)

(۵) نیل المطالب فی فضائل سیدنا علی ابن ابی طالب (مطبوعہ)

(۶) ضیاء الابصار

(۷) مضامین معراج (غیر مطبوعہ)

(۸) فسانہ گناہ (مطبوعہ)

(۹) مکتوبات (مطبوعہ)

(۱۰) تذکرہ غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی (مطبوعہ)

(۱۱) عارفانہ کلام کا مجموعہ (فارسی غیر مطبوعہ)۔

حضرت مولانا اور تصوف

تصوف اسلام کا ایک اٹوٹ حصہ ہے اس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا بلکہ سچ یہ ہیکہ تعلیمات تصوف سے نا آشنا شخص کبھی بامراد نہیں ہوسکتا۔

گذشتہ سطور میں عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت مولانا کو زمانہ طالب علمی میں ہی تصوف سے لگاؤ ہوگیا تھا اس کیلئے آپ نے کتب تصوف کا مطالعہ مزارات اولیاء کی حاضری اور مشائخ عصر سے ملاقات کو لازم کرلیا تھا اور ایک وقت ایسا آیا کہ قیل وقال ترک کر کے دریاء حال میں مستغرق رہنے لگے۔

مولانا نے اپنے عہد میں احیاء تصوف کیلئے زبردست عملی کوشش کی، آپ نے جب دیکھا کہ کچھ جاہل متصوفہ اپنی خودساختہ رسومات کے ذریعہ تصوف کو بدنام کررہے ہیں تو اپنے معاصر صوفیاء کو خط لکھ کر آگاہ کیا اور ان کے سامنے یہ تجویز بھی رکھی کہ اجمیر معلیٰ میں ایک مدرسہ قائم کیا جائے جس میں تصوف اور تعلیمات صوفیاء پر تحقیقی کام ہو اور وہاں سے روحانی تعلیمات کو عام کیا جائے مگر مولانا کی زندگی نے وفا نہ کی اور آپ کے اس منصوبہ پر عمل نہ ہوسکا۔

وعظ ونصیحت

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ نہایت ہی اثر انگیز اور علمی ہوا کرتے تھے۔زبان متانت وسنجیدگی اور فصاحت وبلاغت سے لبریز ہوا کرتی تھی اور دوران گفتگو اہم باریک نکات اور حقائق ومعارف کا ایسا انکشاف کرتے کہ بڑے بڑے اہل علم عش عش کر اٹھتے اس کے باوجود آپ وعظ بہت کم کہتے ۔اکثر وبیشتر جمعہ وغیرہ میں اس کا اتفاق ہوجاتا تاہم بارہویں شریف، گیارہویں شریف اور رجبی شریف کے موقع پر بذات خود محفل آراستہ کرتے۔احباب ومتوسلین کی دعوت کرتے اور اس محفل میں بڑے اہتمام کے ساتھ وعظ فرماتے۔

ہر سال ۲۷/رجب المرجب کے موقع پر رجبی شریف کے نام سے دائرہ شاہ اجمل میں ذکر معراج النبی کی بزم منعقد فرماتے آپ کی اس محفل کی روحانیت اور مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ شہر الہ آباد کے علاوہ دور دراز مقامات سے بھی ایک جم غفیر اکٹھا ہوتا اور اس کے فیضان سے مالا مال ہوتا۔

رجبی سریف کی تیاری آپ ایک ماہ پہلے ہی فرمالیتے اور اس کے لئے شہر کے چوک ومحلات میں اشتہار چسپاں کراتے۔اشتہار کا مضمون آجکل کی طرح عامیانہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اس میں بڑی علمیت اور جامعیت ہوتی۔ہمارے جامعہ کی لائبریری میں اس کی ایک کاپی موجود ہے جو حضرت مولانا کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس میں ایک دلچسپ اور قابل تقلید چیز یہ ہے کہ الداعی کی جگہ آپ نے لکھا ہے,,فقیر گمنام محمد کا بندہ حسین کا غلام،،اس عبارت میں آپ کا نام محمد حسین خوب صورت انداز میں گم ہے۔

ذوق سماع

سلسلۂ چشتیہ میں سماع کو ایک خاص مقام حاصل ہے اس سلسلے کے بعض مشائخ کا قول ہے کہ کچھ رازہائے سربستہ ایسے ہیں جو بغیر سماع کے نہیں کھل سکتے چنانچہ تاجدار چشتیت حضرت ابو اسحاق شامی سے لیکر حضرت بختیار کاکی تک اور حضرت بابا فرید سے لیکر آج تک اس سلسلے کے تمام ترشاخوں میں سماع سنی جاتی ہے اگرچہ کچھ حقیقت ناشناس لوگ اس پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ تو سماع کے ایسے دلدادہ تھے کہ سنے بغیر رہ نہ سکتے تھے آپ کے ساتھ ہمیشہ فرزندو نام کا ایک قوال رہتا تھا۔ محفل میں جب کوئی عارفانہ کلام پڑھا جاتا تھا تو آپ پر وجد طاری ہو جاتا اور عالم بیخودی میں اٹھ کر ٹہلنے لگتے۔

مولانا محمد الفاروقی صاحب لکھتے ہیں۔

سماع میں اکثر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتے، کبھی گریہ وزاری کرنے لگتے اور کبھی حق حق حق کہتے ہوئے تیزی سے ٹہلنے لگتے جب ردولی شریف میں صاحب سجادہ حضرت شیخ العالم کا خرقہ پہن کر برآمد ہوتے تھے تو ردولی شریف کے سماع خانے کی چھت پر ٹہلتے تھے اور زار و قطار روتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش　　　من انداز قدرت رامی شناسم

آپ فرماتے تھے کہ سماع سے جو مجھے روحانی فوائد حاصل ہوئے اس کی کوئی انتہا نہیں۔

شعر و شاعری

حضرت مولانا ایک زبردست قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کا ہر کلام عارفانہ رنگ لئے ہوئے اور انداز تغزل کا مرقع ہے آپ نے عربی اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کی مگر ابھی صرف فارسی کلام کا مجموعہ دستیاب ہو پایا ہے جو انشاء اللہ بہت جلد اشاعت سے ہم کنار ہوگا۔

بارگاہ حضور شیخ العالم علیہ الرحمہ سے خصوصی لگاؤ

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کے اعراس میں ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے اجمیر شریف، کلیر شریف اور ردولی شریف کی حاضری آپ سے کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔

ردولی شریف حاضر ہوتے تو جوتا نہیں پہنتے تھے۔ اس وقت کے صاحب سجادہ حضرت شاہ التفات احمد صاحب قدس سرہ کا اس قدر احترام فرماتے تھے کہ ان کی طرف پشت نہیں کرتے نہ ان کے سامنے بیٹھتے باوجودیکہ وہ آپ کے شاگرد تھے۔

آستانہ حضور شیخ العالم میں آپ نے بڑا طویل چلہ کھینچا ہے اور بڑا فیض اٹھایا ہے یہاں

تک کہ آپ کو عالم بیداری میں حضور شیخ العالم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہے۔

ایک مکتوب میں آپ خود فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ العالم عبدالحق ردولوی علیہ الرحمہ کے آستانہ پاک میں چلہ کیا جس میں حضرت مخدوم صاحب بہ نفس نفیس اس طرح ظاہر ہوتے جس طرح حضرت عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ محبّ اللہ الہ آبادی کے سامنے ظاہر ہوتے تھے۔

اس ضمن میں یہ واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ایک بار عرس ختم ہونے کے بعد آپ آستانہ پاک حضور شیخ العالم میں چلے میں بیٹھ گئے رات کو بعد نماز عشاء آستانہ پر حاضر ہوتے اور فجر کے وقت باہر آتے اس درمیان کسی کو بھی اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی۔

فرزند وقوال جو آپ کا خادم اور بڑا منہ لگا تھا وہ دریافت کرتا کہ حضرت آپ رات بھر آستانہ کے اندر کیا عمل کرتے ہیں؟ آپ فرماتے فرزند واس فکر میں تم نہ پڑو ورنہ سخت نقصان اٹھاؤ گے ایکبار ہوا یہ کہ فرزند وقوال رات کو رفع حاجت کیلئے اٹھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت کی مصروفیات چل کر دیکھنا چاہئے چنانچہ اس ارادے سے وہ نکلا اور آکر آستانے کا دروازہ جیسے ہی کھولا بے ہوش ہوگیا۔ جب صبح کو لوگوں نے دیکھا تو فرزند وقوال پاگل ہو چکا تھا۔

تقریباً دو سال کے بعد اس کا ماغی خلل جب دور ہوا تو لوگوں نے اس سے پاگل ہوجانے کی وجہ پوچھی تو اس نے انکشاف کیا کہ رات کے وقت آستانہ کے اندر مولانا کی مصروفیات پتہ کرنے کیلئے میں دروازہ سے اندر جھانکا تو دیکھا کہ قبر پاک حضور شیخ العالم سے ایک تیز روشنی نکل کر حضرت مولانا کے سینے تک جاتی ہے اور پھر واپس آتی ہے۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ اس روشنی کی ایک کرن میرے ماتھے سے ٹکرائی پھر میرا ہوش جاتا رہا۔ اس واقعہ کے بیان کرنے کے چند دنوں بعد فرزند وقوال کا انتقال ہوگیا۔

وصال

حضرت مولانا کی تاریخ وصال ۸/رجب المرجب ۱۳۲۲ھ بروز دوشنبہ ہے واقعہ یہ ہے کہ عرس پاک سلطان الھند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ میں شرکت کیلئے اجمیر شریف حاضر

ہوئے تھے۔۸/رجب المرجب کو صبح محفل سماع میں شریک ہوئے۔قوالی ہوتی رہی اور آپ وجد وسرور میں ڈوبتے رہے۔

قوال نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کا یہ کلام شروع کیا ,,آستیں بر روکشید ہمچو مکار آمدی،،تو آپ کی حالت بے ساختہ ہوگئی اور آپ اس غزل کے ہر ایک شعر کی تشریح حقائق ومعارف کی روشنی میں فرمانے لگے اور بار بار سجدے کرنے لگے جب قوال نے اس کا مقطع پڑھا۔

گفت قدوس فقیرے درفنا ودر بقا خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

تو سجدے میں چلے گئے اور بحالت سجدہ جاں جاں آفریں کے حوالہ کردی موت کی خبر پھیلتے ہی ہر طرف کہرام مچ گیا اہل شوق اس عاشقانہ موت پر رشک کرنے لگے اور خراج تحسین پیش کرنے لگے۔جنازہ میں خلقت امنڈ پڑی۔درگاہ انتظامیہ کی طرف سے سلامی دی گئی۔ حضرت مولانا شاہ التفات احمد احمدی سجادہ نشیں حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دربار غریب نواز میں ہمیشہ کیلئے آپ کو سپرد خاک کردیا گیا۔**انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

(ماخوذ از تجلیات شہید عشق)

طالب فیض

حقیر محمد احمد رضا اشرفی مصباحی غفرلہ

خادم التدریس والافتاء جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم

ردولی شریف فیض آباد

۹/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/ ۲۳/ستمبر ۲۰۱۲ء

حق حق حق

تقدیم

مقبولان بارگاہ

از۔مفتی محمد احمد رضا اشرفی مصباحی
مفتی صابری دارالافتاء جامعہ چشتیہ
خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف

اللہ جل شانہ کے مقبول بندوں میں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد اولیاء عظام کا مرتبہ ہے۔قرآن واحادیث ان نفوس قدسیہ کی تعریف وتوصیف سے مملو ہیں اور ہمارے اوہام وخیالات بھی ان کے مراتب کے گرد راہ تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

ان ذوات مبارکہ کو غفور الرحیم رب نے بے خوفی اور بے غمی کا لباس پہنایا۔دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کی بشارت سنائی۔اپنی رحمت کے خزانے ان کیلئے ارزاں فرمادئے اور اولیائی تحت قبائی کہہ کر دوستوں کی حمایت اور دشمنوں کی مخالفت سے انھیں بے نیاز کردیا۔**ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔**

مقام تحریر کی مناسبت سے آئندہ سطور میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ ولی کی تعریف ان کے مختلف درجات اور اسلام میں جاری شدہ سلاسل روحانیہ کا ذکر اختصار کے ساتھ مگر مستند ماخذ کی روشنی میں کریں گے پھر سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر کے ساتھ مضمون گفتگو ختم کریں گے۔

ولی کسے کہتے ہیں

ولی جمع اولیاء لغت میں اس کے معنی قریبی ،دوست ،مددگار،حمایتی وغیرہ آتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

(۱) اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیاء ھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات ۔(بقرۃ آیت ۲۵۷)

اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا جو انھیں تاریکی سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو انھیں نور سے تاریکی کی طرف لے جاتے ہیں۔

(۲)یا ایھا الذین اٰمنوا لاتتخذو الکافرین اولیاء من دون المومنین۔(نساء آیت ۱٤٤)

ائے ایمان والوں مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔

(۳)ومالکم من دون اللہ ولی ولانصیر۔ (بقرۃ آیت ۱۰۷)

اور اللہ کے سواء تمہارے لئے نہ کوئی حامی ہے اور نہ کوئی مددگار

ولی کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے اقوال مختلف ہیں البتہ مفاہم متحد ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

الولی ھو العارف باللہ تعالیٰ وصفاتہ حسب مایمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی ، المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات۔

(شرح عقائد ص۱۴۴)

ولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی بقدر امکان معرفت حاصل ہو جو عبادت کا پابند اور معاصیت سے اجتناب کرنے والا ہو اور جو لذات وشہوات کے انہماک سے کنارہ کش ہو۔

علامہ سعد الدین تفتازانی کی یہ تعریف ائمہ مفسرین کی تعریفات کا خلاصہ ہے البتہ ولایت

کی تعریف سلطان سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے ان الفاظ میں کی ہے۔

الولایة هی قیام العبد مع البقاء بعد الفنـاء واتصافه بصفة التمکین والصفا۔ (لطائف اشرفی ج ا ص ۶۵)

بندہ کا فنا کے بعد بقا کے ساتھ قائم رہنا اور صفت تمکین وصفا کے ساتھ متصف ہونا ولایت ہے۔

حضرت مخدوم پاک ولایت کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولایت مشتق ہے ولی سے اور ولی سے مراد قرب ہے اور قرب کی دو قسم ہیں ولایت خاص اور ولایت عام۔ ولایت عام تمام مومنوں میں مشترک ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الله ولی الذین اٰمنو یخرجهم من الظلمات الی النور۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

ولایت خاصہ ارباب سلوک کیلئے مخصوص ہے۔

وهی عبارة عن فناء العبد فی الحق وبقائه قالوا الولی هو الفانی فیه والباقی فیه۔

اور اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ کا فنا و بقا حق میں ہو اور لوگوں نے کہا کہ ولی وہ ہے جو اس میں فانی ہو اور اس کے ساتھ باقی ہو۔

ابو علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

الولی هو الفانی من حاله والباقی فی مشاهدة الحق لم یکن له عن نفسه اخبار ولا مع غیر الله۔

ولی وہ ہے جو اپنے حال سے فانی اور حق کے مشاہدے میں باقی ہے جو اپنے نفس کی کوئی خبر نہیں رکھتا ہے اور غیر اللہ کیساتھ اسے قرار نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تو ولی ہونا چاہتا ہے اس نے کہا ہاں فرمایا کہ ان باتوں کا زیادہ خیال رکھو۔

لاترغب فی شئی من الدنیا والآخرة وافرغ نفسك لله تعالیٰ واقبل بوجهك الی الله۔

دنیا و آخرت کی طرف توجہ نہ کرو بلکہ اپنے نفس کو اللہ کی طرف متوجہ کرو۔

حضرت مخدوم پاک نے رسالہ قشیریہ کے حوالہ سے بیان فرمایا۔

ان الولی له معنیان احدهما فعیل بمعنی مفعول وهویتولی الله امره قال الله تعالیٰ وهو یتولی الصالحین فلا یکله الی نفسه لحظة بل یتولی الحق سبحانه رعایة والثانی فعیل مبالغة بمعنی الفاعل وهوالذی یتولی عبادة الله وطاعته وعبادته یجری علی التوحید من غیران یتخللها عصیان وکلا الوصفین واجب حتی یکون الولی ولیا یجب قیامه بحقوق الله تعالیٰ ایاه فی السراء والضراء۔

(لطائف اشرفی ج اول ص ۷۰/۶۹/۶۸)

ترجمہ بیشک ولی کے دو معنی ہیں ایک فعیل کے وزن پر ہے جس کے معنی مفعول کے ہیں اور وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے امر کے متولی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور وہ صالحین کا متولی ہے پس اس کو کسی وقت بھی اس کے نفس کی طرف نہیں سپرد کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اس کا متولی ہوتا ہے اور دوسرا فعیل ہے جو فاعل کے معنی میں مبالغہ ہے اور وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرتا ہے اور اس کی عبادت اس طرح جاری ہوتی ہے کہ بغیر اس کے اس میں خلل یا گناہ ہو اور دونوں وصف واجب ہیں یہاں تک کہ ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورے طریقہ پر قائم رکھتا ہے۔

حضرت مخدوم پاک اور دیگر بزرگوں کے یہ کلمات ان کے مقام ومرتبے کے لحاظ سے ہیں تاہم کتب تصوف اور اقوال صوفیہ کی روشنی میں یہ نہایت ہی جامع ہیں لیکن ہماری عقل وفہم آسانی سے جس کا بار اٹھالے وہ تعریف قرآن مجید کی روشنی میں یہ ہے۔

الذین اٰمنو اوکانوا یتقون ۔ اور فرمایا **ان اولیاء ه الا المتقون۔**

یعنی اللہ کے ولی متقی ایمان والے ہیں۔ اللہ کے ولی صرف متقی لوگ ہیں۔

اب قرآن کریم کی اس تعریف کو کما حقہ سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ متقی کسے کہتے ہیں واضح رہے کہ تقویٰ ایمان کے بعد حاصل ہوتا ہے اور اس کے مختلف مدارج ہیں اور اس اعتبار سے

متقیوں کو مقامات و معرفت میں ترقی ملتی ہے۔قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے تقویٰ، متقی اور ان کے درجات کا تعین بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

ذلك الكتاب لاريب فيه هدىً للمتقين ۔الذين يومنون بالغيب ويقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون والذين يومنون بماانزل اليك وماانزل من قبلك وبالآخرة هم يوقنون۔(بقرة آیت ۲،۳،۴)

قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں جو کتاب ہدایت ہے متقیوں کیلئے ۔جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی روزی سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس کتاب پر جو ائے نبی آپ پر نازل کی گی اور ان کتابوں پر جو آپ سے قبل انبیاء پر نازل کی گئیں اور جو آخرت پر یقین کامل رکھتے ہیں۔

یہ صفات جس مومن کے اندر ہوں اس کا درجہ یہ ہے۔

اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون ۔

وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تقویٰ کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں جس میں سے ایک کا تعلق ہمارے اقوال و افعال سے ہو اور دوسرے کا تعلق قلوب و اذہان سے اول کو تقویٰ صغریٰ کا نام دیا جاسکتا ہے اور ثانی کو تقویٰ کبریٰ کا اور یہی حقیقی تقویٰ ہے کیونکہ اقوال اور افعال دلوں کے تابع ہوا کرتے ہیں۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

الا ان فى الجسد مضغة اذاصلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب ۔ (بخاری کتاب الایمان)

بے شک جسم کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم ٹھیک ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا آگاہ ہو جاؤ وہ دل ہے۔

لاریب دل میں اگر خلوص ،للّٰہیت ،خوف خدا،حب رسول ،احترام اولیاء،محبت اسلام ،تعظیم شعائراللہ وغیرہ جیسی چیزیں موجود ہیں تو وہ تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہےاور وہ شخص اپنے اقوال افعال کے اعتبار سے بھی متقی کہلائیگا جس کا مقام خداوندقدوس کے نزیک عظیم ہوگا اس کے برخلاف اگر دل ان پاکیزہ نعمتوں سے محروم ہے تو وہ شخص ریا کار کہلائیگا اور اس کیلئے دنیاواخرت میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی بلکہ عاملۃ ناصبۃ تصلی ناراحامیۃ کا مستحق ہوگا۔

خرد نے کہ بھی دیا لاالہ تو کیاحاصل　　　دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

سوال یہ ہے کہ ہر چیز کے حصول کاایک ذریعہ یاواسطہ ہوا کرتا ہےتو دل کیلئے حصول تقویٰ کا ذریعہ کیا ہوگا ؟اس سوال کا جواب نہایت ہی واضح اور سادہ انداز میں قرآن کریم نے یوں دیا ہے**ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقویٰ القلوب ۔(سورہ حج)**اور وہ جواللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک وہی دلوں کا تقویٰ ہے۔

اب یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اسلام اوراسکے جملہ لوازمات یہ اللہ کے شعائر ہیں اور جو شخص انکی شایان شان تعظیم کرتا ہے اسکا دل نور تقویٰ سے منور وروشن ہوجاتا ہےاور اللہ کے خاص بندوں میں وہ داخل ہوجاتا ہےاور ایسوں کادرجہ یہ ہے**ان المتقین فی جنٰت وعیون۔** بے شک متقی لوگ تو باغوں اور چشموں کے پاس ہونگے۔

مگر سب سے عظیم شان ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کے دلوں کواللہ اپنے فضل سے خود ہی تقویٰ کیلئے منتخب فرمالیتا ہےاور اللہ اس دل کوتقویٰ کیلئے چن لیتا ہے جوکل کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہر چیز سے زیادہ کرتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم کاارشاد ہے۔

ان الذین یغضو ن اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئك الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ ۔(حجرات آیت۳)

بے شک وہ لوگ جواپنی آوازوں کورسول اللہ کی بارگاہ میں پست کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کواللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے چن لیا ہے۔

ان کادرجہ ہے **لھم مغفرۃ واجر عظیم۔**

اورانھیں کی شان ہوتی ہے۔

الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون الذین اٰمنو اوکانوا یتقون لھم بشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ذلك ھو الفوزالعظیم۔
(یونس آیت ٦٢،٦٣،٦٤)

بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کیلئے بشارت ہے دنیا و آخرت میں۔ اللہ کی بات نہیں بدلتی اور وہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ولی کے مصداق ومفہوم میں ائمہ اسلام کی توضیحات

گذشتہ سطور میں ولی کی تعریف اور اس کی مختصر توضیح پیش کی گئی اب یہاں چند مشہور ائمہ اسلام کے اقوال درج کئے جاتے ہیں جن سے لفظ ولی کا مصداق و مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر درمنثور میں مندرجہ ذیل اقوال نقل کرتے ہیں۔

’’حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا؛ اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ کی یاد آجائے۔ **الذین اذا راؤوا ذکر اللّٰہ**‘‘

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مرفوع وموقوف دونوں طرح سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو ان کے دیدار کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہوجائے۔‘‘

’’حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولیاء اللہ کو دیکھنے کے سبب بندہ اللہ کو یاد کرنے لگتا ہے۔‘‘ (تفسیر درمنثور)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

’’علمائے سلف فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جب انھیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔ اسی طرح ایک حدیث بھی ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما ہیں کہ ایک آدمی

نے پوچھا یا رسول اللہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ جب انھیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت امام رازی فرماتے ہیں۔

''علمائے متکلّمین کے نزدیک ولی وہ ہے جسکا عقیدہ درست اوراعمال شریعت کے مطابق ہو۔

ولی وہ ہے جوفرائض سے قرب الٰہی میں مشغول رہےاور طاعت الٰہی میں مشغول رہےاور اس کا دل نور جلال الٰہی میں مستغرق ہو۔(تفسیر کبیر)

صاحب روح البیان لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کا چہرہ زرد آنکھیں تر اور پیٹ بھوکا ہو۔(روح البیان)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ولی سے مراد وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہواوراخلاص کے ساتھ دائمی عبادت کرتا ہو۔(فتح الباری)

حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولی کا لفظ فعیل کے وزن پر بہ معنی مفعول ہے وہ شخص جس کے کاموں کی اللہ حفاظت کرتا ہو اور ایک لمحہ کیلئے بھی اسے اس کے نفس کے سپرد نہ کرتا ہو یا بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہےاوراس کا معنی ہے جو اللہ کی عبادت اوراسکی اطاعت کی مسلسل حفاظت کرتا ہواوراس کی زندگی میں کبھی گناہ شامل نہ ہو۔(مرقاۃ المفاتیح)

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ولایت کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ولی فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے فاعل اس کا وہ ہستی ہوگی جس سے ہمیشہ طاعتیں وجود میں آئیں اور گناہ سرزد نہ ہواور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فعیل مفعول کے معنی میں ہوایسی صورت میں ولی وہ ہوگا جو خداوند عزوجل کے افضال واحسان کا ہر وقت و ہمہ دم مورود بنا رہے۔(تکمیل الایمان اردو)

حضرت شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ فرماتے ہیں:

''ولایت کے معانی فنافی اللہ اور بقاباللہ کے ہیں''(مکتوبات صدی اردو)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''ولایت قرب الٰہی جل سلطانہ سے عبارت ہے جو وہ ماسویٰ کے نسیان کے بعد اپنے دوستوں کو مرحمت فرماتا ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی جلد دوم)

بزرگوں کی ان تصریحات سے لفظ ولی کا مفہوم اور اس کی جہت متعین ہونے کے بعد اب فضائل اولیاء و صالحین میں قرآن و احادیث کے فرمودات ملاحظہ کرتے چلیں۔

فضائل اولیاء قرآن مجید کی روشنی میں

(۱) الصابرین والصٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار۔ (اٰل عمران آیت ۱۷)

صبر کرنے والے، صداقت والے، ادب کرنے والے اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کرنے والے۔

(۲) الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ (اٰل عمران آیت ۱۳۴)

جو لوگ خوشی اور رنج کے وقت خرچ کرتے ہیں اور غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

(۳) اولٰئك هم المومنون حقا لهم درجٰت عند ربهم ومغفرة ورزق كريم۔ (انفال آیت ٤)

یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان کیلئے اپنے رب کے پاس بلند درجات اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

(٤) والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰة وانفقوا مما رزقناهم سراً وعلانية ويدرء ون بالحسنة السيئة اولٰئك لهم عقبى الدار۔ (رعد آیت ۲۲)

اور وہ جنھوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا تلاش کرتے ہوئے اور نماز قائم کی اور ہماری دی ہوئی روزی سے راہ خدا میں خرچ کیا چھپ کر اور علانیہ اور جو بھلائی کر کے برائی کو ٹالتے ہیں ان کیلئے دار آخرت کی عزت ہے۔

(۵)یامرون بالمعروف وینهون عن المنكر ویقیمون الصلوٰةویوتون الذکوٰة ویطیعون اللّٰه ورسوله۔(توبة آیت ۱۷)

بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ ورسول کی طاعت کرتے ہیں۔

(٦)التاء بون العٰبدون الحٰمدون السائحون الرٰکعون السٰجدون الاٰمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحٰفظون لحدود الله۔(توبة آیت ۱۱۲)

توبہ کرنے والے ،عبادت کرنے والے ،روزہ رکھنے والے رکوع وسجود کرنے والے بھلائی کا حکم دینے والے برائیوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کرنے والے۔

(۷)الذین اذ ذکر الله وجلت قلوبهم والصابرین علی ما اصابهم والمقیمی الصلوٰة ومما رزقنٰهم ینفقون ۔(حج اٰیت ۳۵)

وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہماری دی ہوئی روزی سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

(۸)وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا واذاخاطبهم الجاهلون قالوا سلٰما۔ الذین یبیتون لربهم سجداوقیاما۔ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها کان غراما ۔(فرقان٦٣/٦٤/٦٥)

اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر عاجزی سے آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو یہ لوگ صرف سلامتی کی بات کرتے ہیں اور جو رات گذاردیتے ہیں اپنے رب کیلئے سجدے اور قیام میں۔اور جو دعا کرتے ہیں اے رب ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے بے شک اسکا عذاب گلے کی زنجیر ہے۔

(۹)الذین هم علی صلوٰتهم دائمون ۔(معارج ۲۳)

وہ لوگ جو ہمیشہ اپنی نماز قائم رکھتے ہیں۔

(۱۰)ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔(حم سجدۃ آیت ۳۰)

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر جم گئے ان پر رحمت کو فرشتے نازل ہوتے ہیں (جو یہ کہتے ہیں کہ) خوف نہ کرو اور نہ رنجیدہ ہو تمہیں خوش خبری ہے اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

(۱۱)واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ۔ (النّٰزعٰت ایت ۴۱/۴۰)

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے آپ کو خواہشات سے روکا تو بے شک اس کا ٹھیکانہ جنت ہی ہے۔

(۱۲)واذا تلیت علیھم اٰ یٰتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتکلون۔(انفال آیت ۲)

اور جب ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

(۱۳) الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض۔ (اٰل عمران آیت ۱۹۱)

وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور پہلو کے بل لیٹ کر اور آسمان وزمین کی تخلیق کے بارے میں فکر کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ اور فضائل اولیاء

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عاد لی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے عداوت

وليـا فقد آذنته بالحرب وماتقرب الى عبدى بشئى احب الى مما افترضت عليه وما يزال عبدى يتقرب الى با لنوافل حتىٰ احبه فاذا احبته كنت سمعه الذى يسمع بـه وبصره الذى يبصربه ويده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها وان سئلنى لاعطينه ولئن استعاذنى لاعيذنه وماترددت عن شيئى انا فاعله ترددى عن نفس المومن يكره الموت وانااكره مسائته۔ (رواه البخارى)

رکھے اس سے میرا اعلان جنگ ہے ۔اور کوئی میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ میرا قرب نہیں پا تا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہواور میرا بندہ نفلی عبادت کے ذریعہ برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام میں تردد نہیں ہوتا جو میں کرنے والا ہوتا ہوں جو تردد مجھے بندۂ مومن کی جان لینے سے ہوتا ہے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسکی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں۔

(٢)عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله اعددت لعبادى الصالحين مالاعين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر۔فاقرؤاان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفىٰ لهم من قوة اعين قرة اعين۔(رواه البخارى)

(٢) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔میں نے اپنے بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کررکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خطرہ گذرا پس اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فلا تعلم نفس مااخفىٰ لهم من قرة اعين۔

(٣)عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا احب الله العبدنادیٰ جبرئيل ان الله يحب فلانا فاحببه فيحبه جبرئيل فينادی جبرئيل فی اهل السماء ان الله يحب فلانا فاحبوه فيحبه اهل السماء ثم يوضع له القبول فی الارض۔(رواه البخاری)

(۳) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو ندا کرتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو پس حضرت جبرئیل بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر حضرت جبرئیل اہل آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم سب بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں کے دل میں اسکی مقبولیت ڈالدی جاتی ہے۔

(٤)عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول قال الله المتعابون فی جلالی لهم منابر من نور يغبطهم النبيون والشهداء (رواه الترمذی)

(۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کیلئے ایسے نور کے منبر ہونگے کہ جن پر انبیاء وشہداء بھی رشک کرتے ہونگے۔

(٥)عن عمر بن خطاب رضی الله عنه قال قال النبی صلی الله عليه وسلم ان من عبادالله لانا سا ماهم بانبياء ولاشهداء يغبطهم الانبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من الله قالوا يا رسول الله صلی الله عليه وسلم تخبرنا من هم ؟ قال

(۵) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ شہید ہیں مگر قیامت کے دن انبیاء اور شہداء انھیں اللہ کی طرف سے عطا کردہ مقام دیکھ کران پر رشک کرینگے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول ﷺ ہمیں بتائیں

هم قوم تحابوا بروح الله على غير ارحام بينهم ولااموال يتعاطونها فوالله ان وجوههم لنور وانهم لعلى نور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس وقراء هذه الاٰية الا ان اولياء الله لاخوف عليهم ولا هم يحزنون۔(رواه ابوداؤد و نسائى)

وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کی آپسی محبت صرف اللہ کیلئے ہوتی ہے نہ کہ رشتہ داری اور مالی لین دین کی وجہ سے ۔خدا کی قسم ان کے چہرے نورانی ہونگے اور وہ نور پر ہونگے انھیں کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ خوف زدہ ہونگے اور انھیں کوئی حزن نہ ہوگا جب لوگوں کو حزن لاحق ہوگا اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔**

(٦)عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم على الله لابره(رواه مسلم)

(٦) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتنے ایسے پراگندہ حال لوگ ہیں جن کو دروازے سے دھکا مار کر نکالدیا جاتا ہے لیکن انکی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پوری فرمادیتا ہے۔

(٧)عن سعد بن ابى وقاص رضى الله عليه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله يحب العبد التقى الغنى الخفى (رواه مسلم)

(٧) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقی مستغنی اور گوشہ نشیں بندے سے محبت فرماتا ہے۔

(٨)عن ابى امامة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه

(٨) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ سے ارشاد فرمایا

وسلم قال ان اغبط الناس عندی مومن خفيف الحاذ ذو حظ من صلاة غامض فی الناس لا يؤبه له كان رزقه كفافا وصبر عليه عجلت منيته و قل تراثه وقلت بواكيه۔(رواه ابن ماجه)

میرے نزدیک تمام لوگوں میں وہ مومن قابل رشک ہے جس کا بوجھ ہلکا ہو، جس کی نماز لذت آمیز ہو، جس کا حال لوگوں پر پوشیدہ ہو اور جس کی پرواہ نہ کی جاتی ہو اور اس کو بقدر کفایت روزی دیجاتی ہو اور وہ اس پر صبر کرتا ہو اس کی موت جلد آجائے اس کی ترکہ کم ہو اور اس پر رونے والے بھی کم ہو۔

(۹)عن معاذبن جبل رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم الا اخبرك عن ملوك الجنة قلت بلىٰ قال رجل ضعيف مستضعف ذوطمرين۔ يوبه له لو اقسم على الله لابره۔(رواه ابن ماجه)

(۹)حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ کیا میں تمہیں جنت کے بادشاہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کمزور، ناتواں، پھٹے پرانے کپڑے والا جس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی لیکن ان کی شان یہ ہے کہ اگر کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ پوری فرمادے۔

(۱۰) عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان ادنىٰ الرياء شرك و احب العبد الى الله تبارك و تعالىٰ الاتقياء الاخفياء الذين اذا غابوالم يعتقدوا واذا شهدوا لم يعرفوا اولٰئك ائمة الهدىٰ و مصابيح العلم۔ (رواه الحاكم)

(۱۰)حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک ادنی ریاء کاری بھی شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین بندے متقی اور خوف رکھنے والے لوگ ہیں جو اگر موجود نہ ہوں تو تلاش نہ کیئے جائیں اور موجود ہوں تو پہچانے نہ جائیں وہی لوگ ہدایت کے امام اور علوم کے چراغ ہیں۔

اولیاء وصالحین کے فضائل میں قرآن واحادیث میں اس کثرت سے شواہد موجود ہیں کہ بیان سے باہر ہیں بہت سے علماء نے ان نصوص کو جمع کر کے مناقب اولیاء میں کتابیں لکھی ہیں اللہ توفیق دے تو ان کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ولی کا مقام نبی کے بعد ہے

عرف عام میں جن نیک بندوں کو ولی کہا جاتا ہے انھیں نبی نہیں سمجھا جاتا حالانکہ ہر نبی ولایت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتا ہے مگر چونکہ باب نبوت بند ہو چکا ہے اور در ولایت کشادہ ہے اس لئے ائمہ اسلام نے اس بات کی تصریح فرمادی کہ ولی کبھی نبی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا اور اس بارے میں علماء میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ نبی کی نبوت افضل ہے یا نبی کی ولایت افضل ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اس بارے میں بھی ائمہ محققین کے اقوال نقل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

ولی نبی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا اس بارے میں حضرت ملا علی قاری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ان الولی لا یبلغ درجة النبی لان الانبیاء علیهم السلام معصومون مامونون عن خوف الخاتمة مکرمون بالوحی حتی فی المنام وبمشاهدة الملائکة الکرام مامونون بتبلیغ الاحکام والارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء العظام۔ فما نقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی کفر وضلالة والحاد وجهالة نعم قد یقع تردد فی مرتبة النبوة افضل ام مرتبة الولایة بعد القطع بان النبی متصف بالمرتبتین

بے شک ولی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ خاتمہ کے خوف سے مامون ہیں۔ وحی الٰہی سے مشرف ہیں حتی کہ خواب میں بھی اور وہ ملائکہ عظام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ احکام کی تبلیغ اور مخلوقات کو ہدایت کرنے پر مامور ہیں اولیاء عظام کے کمالات سے متصف ہونے کے بعد۔ اور بعض کرامیہ سے جو یہ منقول ہے کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے تو یہ کفر اور گمراہی اور الحاد وجہالت ہے۔ ہاں کبھی اس بارے میں تردد ہوتا ہے کہ نبی کا مرتبہ نبوت افضل ہے یا مرتبہ ولایت۔ اس اعتقاد قطعی کے ساتھ کہ

وانــه افـضـل مـن الولى الذى لـيـس بنبى (شرح فقه اكبرص ٢١٠)

نبی دونوں مرتبوں سے متصف ہے اور اس ولی سے افضل ہے جو نبی نہیں ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ولايبـلـغ ولى درجة الانبيـاء لان الانبيـاء معصومون مامونون عن خـوف الخاتمة مكرمون با لوحى و مشاهدة الملك مامورون بتبليغ الاحـكـام وارشـاد الانـام بـعـد الاتـصـاف بـكـمـالات الاولياء۔فما نقل عن بعض الكرامية من جواز كـون الـولى افضل من النبى كفر وضـلال ،نعم قد يقع تردد فى ان مـرتبة الـنبـوة افضل ام مـرتبة الـولاية بـعـد الـقـطـع بـان النبى متـصـف بـا لمرتبتين وانه افضل من الولى الذى ليس بنبى (شرح عقائد ص١٥٨)

کوئی بھی ولی انبیاء کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں خاتمہ کے خوف سے مامون ہوتے ہیں وحی اور مشاہدہ ملائکہ سے مکرم ہوتے ہیں اور احکام کی تبلیغ ومخلوقات کی ہدایت پر مامور ہوتے ہیں کمالات اولیاء سے متصف ہونے کے بعد۔اور یہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہے کہ ولی کا نبی سے افضل ہونا جائز ہے تو یہ کفر وضلالت ہے ہاں البتہ کبھی اس بات میں تر ددضرور ہوتا ہے کہ مرتبہ نبوت افضل ہے یا مرتبہ ولایت اس یقین قطعی کے بعد کہ نبی دنوں مرتبے سے متصف ہوتا ہے اور اس ولی سے افضل ہوتا ہے جو نبی نہیں ہے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

وباتفاق متکلمین ومحققین صوفیاء ہیچ ولی بمرتبۂ نبی نرسید آنچہ مشہورشدہ است کہ الولایۃ افضل من النبوۃ بعد از تحقیق آنکہ ایں کلام کیست اگر مراد بوے افضلیت ولی است از نبی پس ایں سخن مردود وباطل ومخالفت مذہب

متکلمین ومحققین صوفیاء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ کوئی بھی ولی انبیاء علیہم السلام کے مرتبے کونہیں پہنچ سکتا اور یہ بات جومشہور ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اس بات کا مصدر کون

اہل حق است۔
(مرج البحرین ص ۳۸)

ہے اگر اس سے مراد ولی کی نبی پر فضیلت ہے تو یہ بات قطعاً مردود اور باطل ہے اور مذہب اہل حق کے صریحاً خلاف ہے۔

یہی شیخ محقق تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

''کوئی ولی نبی کے رتبہ کونہیں پہنچ سکتا کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو گناہ سے معصوم ہوتے ہیں انھیں نبوت سے معزولی اور برطرفی کا خوف نہیں ہوتا اور انھیں برے خاتمے کا بھی غم نہیں ہوتا۔ انھیں وحی آتی ہے اور خدا کے احکام و ہدایت لوگوں تک پہنچانے میں مامور ہوتے ہیں۔ اولیاء کے تمام کمالات انبیاء سے کم ہوتے ہیں المختصر یہ کہ نبی کی ولی پر افضلیت تو قطعی اور یقینی ہے اس کے برعکس اعتقاد رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ ولایت کو نبوت سے افضل قرار دیتے ہیں۔ ان کے اس دعوے کی تردید یہ ہے کہ ولی زیادہ فضیلت والا نہیں ہوسکتا۔ ولایت تو قرب الٰہی کا ایک درجہ ہے اور اللہ کی طرف سے فائدہ ملتا ہے مگر نبی پر انعام الٰہی کی خصوصیت ہوتی ہے جس سے وہ مامور بالامر ہوتا ہے۔

نبوت کیلئے خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا، قرب مع اللہ کی نسبت قائم ہونا بڑا ضروری ہے۔ نبی میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہیں اس طرح وہ ولی سے فاضل ہوتا ہے۔ ان حالات کے باوجود جو شخص یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے تو ہم اس کی بات کو رد کریں گے اور اس شخص کو مردود خیال کریں گے۔'' (تکمیل الایمان اردو ص ۱۸۴)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

''اس فقیر پہ یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ کمالات ولایت کمالات نبوت کے مقابلے میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ پس وہ فضیلت جو راہ نبوت سے حاصل ہو اس فضیلت سے کئی گنا زیادہ ہوگی جو راہ ولایت سے حاصل ہو لہٰذا افضلیت مطلقاً انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ اس ولی کا سر ہمیشہ اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتا ہے۔'' (مکتوبات ربانی مترجم جلد اول مکتوبات نمبر ۲۶)

غرض کہ انبیاء کو ہر معاملے میں اولیاء پر فضیلت حاصل ہے اہل سنت کے نزدیک یہی حق ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے اس سلسلے میں حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ بڑی فیصلہ کن بات کہتے ہیں۔

"تمھیں معلوم ہو کہ ہر وقت بجمیع وجوہ باتفاق جملہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین ولی اللہ جتنے ہیں سب پیغمبروں کے تابع ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اولیاء پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ ولایت کی جو نہایت ہے نبوت کی بدایت ہے۔ ہر نبی درجہ ولایت پر فائز ہے مگر کوئی ولی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس امر میں علماء اہل سنت و جماعت ہوں یا محققین اہل طریقت کسی کو اختلاف نہیں بلکہ سب متفق ہیں۔" (مکتوبات صدی اردو مکتوب نمبر ۲۰)

ولایت کیلئے کیا ضروری ہے اور کیا ضروری نہیں

ولایت کیلئے کچھ بنیادی شرطیں ہیں جن کی رعایت کئے بغیر کوئی بندۂ مومن درجہ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا جیسا کہ صوفیاءعظام کے لطائف ومکتوبات سے ظاہر ہے۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ولی کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ عالم ہو جاہل نہ ہو ان اللہ لایتخذ ولیا جاھلا قط۔ **بلاشبہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔** اور فرمایا اگر ولی کو علم نہ ہو تو اس کو نیک و بد کی تمیز نہیں ہوسکتی اور وہ صحرائے ظلمت میں متحیر رہتا ہے۔

حضرت مخدوم پاک قدس سرہ کے اس قول سے ان لوگوں کو غرور نہ ہوجائے جو مدارس میں حاضر ہوکر کتب درسیہ کے ایک مخصوص نصاب کی تکمیل کرکے عالم کہلاتے ہیں بلکہ مراد وہ علم ہے جس سے معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے چنانچہ حضرت مخدوم نے فرمایا۔ علم سے مراد پڑھنے کا علم نہیں بلکہ علم وراثت ہے کہ **العلماء ورثه الانبیاء** اسی کو بتلاتی ہے اور یہ علم خدائے تعالیٰ کی مدد وعنایت سے حاصل ہوتی ہے۔ (لطائف اشرفی اردو ج ۱ ص ۷۲۔۷۳)

مگراس سے مطلقاً یہ دھوکہ نہ ہوکہ وہ علوم ظاہرہ جو مدارس اسلامیہ میں رائج ہیں ان کی کوئی وقعت نہیں ۔نعوذ باللہ ایسا ہر گز نہیں بلکہ انسان کو اولا علوم ظاہر ہی کا مکلّف بنایا گیا ہے اور اس بارے میں اس کو کسب وکوشش کا حکم دیا گیا ہے نیز علم ظاہر علم باطن کی کلید ہے کیونکہ اگر آدمی احکام شرعیہ ،تلاوت قرآن اور مسائل فقہ سے نابلد رہے گا تو کیسے جانے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کس چیز میں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس باب میں قول فیصل کی حیثیت سے لیا جا سکتا ہے آپ فرماتے ہیں۔ ,,اخبار میں آیا ہے کہ **العلماء ورثة الانبیاء** وہ علم ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں باقی رہا ہے دوقسم کا ہے ایک علم احکام دوسرے علم اسرار اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو،،۔(مکتوبات امام ربانی اردو جلد دوم مکتوب ۲۶۸)

میں کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے کہ عام انسان کو اللہ تعالیٰ نے کسب علم کا مکلّف بنایا ہے اور کسب کو علم ظاہر ہی میں دخل ہے علم باطن تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے جس پر چاہے فرمادے اس لئے ہم کو علم الاحکام کے حصول میں کوشش کرنی چاہئے جس کی سعی مشکور ہوگی انشاء اللہ اسے علم اسرار سے بھی حصہ ملے گا اور سب سے سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا اور جس کو ولی بناتا ہے اسے جاہل نہیں رہنے دیتا۔**فالحمد لله علی ذلك۔**

ولی کیلئے اعلیٰ حسب ونسب کا ہونا بھی ضروری نہیں۔بعض لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ ولایت صرف اعلی احسب ونسب والوں کو ملتی ہے یا وہ کسی مخصوص خاندان یا نسبت والوں کا حصہ ہے حالانکہ ایسا ہر گز نہیں بلکہ جو بھی متقی ہوجاتا ہے وہ خدا کے نزدیک مکرم ہوجاتا ہے۔

حضرت شیخ بندہ نواز گیسودراز قدس سرہ جوامع الکلم میں فرماتے ہیں۔

نبوت سوائے شریف اور اصیل خاندان کے اور کسی میں نہیں رہی لیکن ولایت کیلئے اصیل اور شریف خاندان کی قید نہیں ہے ابدال کے گروہ سے اگر ملاقات ہوتو تو دیکھو گے کہ ان میں دانشمند، دانشمندزادہ، شیخ اور شیخ زادہ وغیرہ نہیں ہوتے۔شاید ہی ان میں کوئی سید ہو بلکہ ان میں زیادہ

تر کپڑے سینے والے چابک بنانے والے،کلاں اور درزی ہوتے ہیں۔(جوامع الکلم اردو ص۱۰۵)

ولی ہونے کیلئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کسی مخصوص لباس یامخصوص وضع قطع کا مالک ہو یا عام لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا شادی بیاہ تجارت ومعاشرت وغیرہ ترک کردے بلکہ اتنا کافی ہے کہ یادالٰہی سے ان کا دل کبھی ایک لمحہ کیلئے غافل نہ ہو۔

در عمل کوش وہرچہ خواہی پوش　　تاج بر سر نہ وعلم بردوش

ولی کیلئے گناہوں سے محفوظ ہونا ضروری ہے جیسا کہ نبی کیلئے معصوم ہونا ضروری ہے حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ومن شرط الولی ان یکون محفوظا کما ان من شرط النبی ان یکون معصوما۔وکل من کان للشرع علیہ اعتراض مغرور ومخادع۔(لطائف اشرفی اردو جدید ایڈیشن ص١٤٥)

ولی کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ محفوظ ہو جیسا کہ نبی کیلئے معصوم ہونا شرط ہے جو شخص از روئے شرع قابل اعتراض ہو اس کو مغرور اور مکار سمجھنا چاہئے۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ولی محفوظ ہوتا ہے اور نبی معصوم (مرآۃ الاسرار ص۱۲۳)

مراحل سلوک اور مدارج کشف وکرامات

سلوک کے مراحل ومدارج مختلف ہوتے ہیں اور کشف وکرامت کا ظہور بھی ان میں سے ایک مرحلہ ہے مگر عارفان حق اسے بہت معمولی درجہ گردانتے ہیں۔اس تعلق سے قطب الاسلام امام العاشقین حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ النورانی کی یہ وضاحت نہایت اہم ہے

آپ فرماتے ہیں۔

بعض نے سلوک کے ایک سواسی ۱۸۰ درجے مقرر کئے ہیں لیکن طبقہ جنیدیہ ایک سو ۱۰۰ مرتبے مقرر کئے ہیں اور بصریہ نے اسی ۸۰ اور ذوالنون مصری نے ستر ۷۰ اور ابراہیم و بشر حافی والوں نے پچپن ۵۵ اور خواجہ بایزید اور عبداللہ ابن مبارک اور سفیان ثوری والوں نے پینتالیس ۴۵ اور شجاع کرمانی اور خواجہ سمنون محبؒ اور خواجہ محمد عرشی نے بیس ۲۰ مرتبے سلوک کے مقرر کئے ہیں۔

چنانچہ جنھوں نے ایک سواسی درجے مقرر کئے ہیں انھوں نے اسی واں حصہ کشف کرامات کا رکھا ہے اگر اسی ویں درجے پر پہنچ کر کشف وکرامت سے اپنے تئیں بچارہے تو باقی سو بھی طے کریگا اس کے بعد جو چاہے کشف کرے لیکن جب اسی ویں درجہ ہی میں کشف کرے تو باقی سو درجے طے نہیں کرسکتا لیکن کامل مردوہ ہے جو اپنے تئیں اس وقت تک کشف نہ کرے جب تک یہ تمام درجے حاصل نہ کرے۔

حلقہ جنیدیہ میں سو مرتبے مقرر ہیں انھوں نے ستر واں مرتبہ کشف وکرامات کا مقرر کیا ہے پس جو شخص اسی ستر واں درجے میں کشف وکرامات میں مشغول ہوجائے تو وہ آگے ترقی نہیں کرسکتا لیکن کامل مردوہی ہے جو سارے مرتبے طے کرلینے سے پیشتر کشف نہ کرے۔

طبقہ بصریہ کے مطابق اسی ویں درجے پر پہنچ کر کشف وکرامت میں مشغول نہ ہوجائے لیکن خواجہ ذوالنون مصری ستر درجے مقرر کرکے پچیسواں درجے پر پہنچ کر اپنے تئیں کشف نہ کرے اگر کرے گا باقی پینتالیس درجے طے نہیں کرسکے گا۔خواجہ بایزید والوں نے پینتالیس درجے مقرر کرکے تیرھواں درجہ کشف کرامات کا مانا ہے۔جب سالک اس تیرھویں درجے میں اپنے تئیں کشف کردے تو باقی مرتبے حاصل نہیں کرسکتا۔

لیکن طریقت کے اماموں نے جو سلوک کے تیس درجے مقرر کئے ہیں انھوں نے اٹھواں مرتبہ کشف وکرامات کا مقرر کیا ہے لیکن جبتک تیسویں درجے تک نہیں پہنچ جاتے وہ کشف و کرامات نہیں کرتے لیکن طبقہ شاہ شجاع کرمانی اور سمنوں محبؒ اور خواجہ محمد عرشی نے بیس درجے مقرر کئے ہیں اور دسواں درجہ کشف وکرامات کا رکھا ہے پس جو شخص اپنے تئیں اسی دسویں مرتبے

میں کشف کردے تو اسی میں رہتا ہے آگے ترقی نہیں کرسکتا مگر خواجگان چشت نے پندرہ مرتبے سلوک کے مقرر کرکے پانچواں کشف وکرامات کا مقرر کیا ہے اگر کوئی شخص اپنے تئیں پانچواں مرتبے میں ظاہر کردے تو باقی مرتبے حاصل نہیں کرسکتا پس وہ ضائع ہی ہے لیکن خواجگان چشت میں کامل وہ ہے کہ جب پندرھویں درجے تک پہنچ جائے اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔

(فوائدالسالکین اردو ص ۱۹۔۲۰۔۲۱)

ولایت کی قسمیں

اکابراولیاء ولایت کی قسمیں بیان کرتے ہوئے ان قسموں کی نشاندہی کی ہے۔حضرت عبد الرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ نے مرآۃ الاسرار میں مشائخ اولیاء کی کتابوں کے حوالوں سے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے جو نہایت ہی مفید اور معلومات میں اضافہ کرنے والا ہے۔ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس میں سے چند اقتباس پیش کرتے ہیں۔چنانچہ لطائف اشرفی کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے شرح دیوان حضرت علی رضی اللہ علیہ کے حوالے سے بیان فرمایا۔

ولایت کی چار قسمیں ہیں۔اول وہ ولایت جو نبوت مطلقہ کا باطن ہے۔دوم ولایت مقیدہ ہر نبی۔سوم ولایت مطلقہ ہر نبی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ اقتباس ولایت انبیاء ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مشکوٰۃ اقتباس ولایت اولیاء ہیں (یعنی انبیاء کرام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ولایت کا فیض پاتے ہیں اور اولیاء انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ سے)ولایت کی چوتھی قسم ولایت مطلقہ عامہ ہے جو نبوت کے ساتھ مخصوص نہیں۔

(مرآۃ الاسرار اردو ص ۱۲۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ کو ولایت مطلقہ حاصل ہے جس کا درجہ سب سے اوپر ہے اور جس طرح مشکوٰۃ نبوت محمدی سے تمام انبیاء کو نبوت کا فیض حاصل ہے اسی طرح اولین وآخرین کے

چراغ ولایت بھی مشکٰوۃ ولایت محمدی سے روشنی پاتے ہیں اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قدم پر ہے۔اس بات کی وضاحت میں حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی فرماتے ہیں۔

صوفیاء کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قدم پر ہے یا فلاں ولی فلاں نبی کے قلب پر ہے یعنی وہ علوم اور تجلیات اور مقامات واحوال جو اس پیغمبر کو مخصوص تھے اس ولی کو اس پیغمبر کی مدد سے حاصل ہیں لیکن ہیں یہ سب مشکٰوۃ محمدی سے پس وہ ولی مثلاً محمدی ابراھیمی ہوتا ہے یا محمدی موسوی ہے یا محمدی عیسوی ہوتا ہے۔(ایضاً ص ۱۲۴)

ولایت مطلقہ کو صوفیاء ولایت محمدی سے تعبیر کرتے ہیں۔حضرت صاحب مرآۃ الاسرار نے اس کی مندرجہ ذیل قسمیں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ولایت محمدی کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم کی ولایت جامع ہے تمام تصرفات معنوی کی جو قطب کا خاصہ ہے اور تصرف ظاہری کی جو سلاطین کا خاصہ ہے اور اس ولایت کی دو قسمیں ایک وہ جو مقرون بخلافت ہو۔دوسری وہ جو مقروں بخلافت نہ ہو۔تیسری قسم ولایت کی وہ جو تصرف ظاہری اور باطنی کو جامع نہ ہو۔

لیکن وہ ولایت محمدی جو تمام انبیاء علیہم السلام کی ولایت کو جامع ہے اس کی صاحب فتوحات مکیہ کے مطابق چار قسمیں ہیں اور ہر قسم کی ولایت کیلئے ایک خاتم ہوتا ہے۔ولایت کی پہلی قسم جو کہ جامع ہے تصرف ظاہری اور باطنی کی اور مقرون بخلافت اس کے خاتم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔

ولایت محمدی کی دوسری قسم جو جامع ہے تصرف ظاہری ااور باطنی کی لیکن مقرون خلافت نہیں ہے اس کے خاتم حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں جو آخری زمانے میں ظاہر ہونگے ان کو خاتم صغیر کہتے ہیں۔

ولایت محمدی کی تیسری قسم کے خاتم شیخ محی الدین ابن عربی ہیں ان کو خاتم اصغر کہتے ہیں کیونکہ وہ ولایت کی اس قسم کے خاتم ہیں جو تصرف ظاہری و باطنی کی جامع نہیں ہے اور مقروں بخلافت بھی نہیں ہے۔

ولایت کی چوتھی قسم کے خاتم حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں کہ ان کے بعد کوئی ولی نہ ہوگا اور اس قسم کی ولایت ان کیساتھ ختم ہو جائیگی ان کو خاتم اکبر کہتے ہیں۔(ایضاً ص ۱۲۴۔۱۲۵)

مشائخ کی کتابوں میں اس کی اور بھی قسمیں دیکھنے کو ملتی ہیں خوف طوالت سے ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

اولیاء اللہ کے اقسام اور مراتب

ملفوظات مشائخ اولیاء سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کی مختلف قسمیں اور مراتب ہیں اور ان مراتب کی بنیاد پر وہ ایک دوسرے سے ممتاز و ممیّز ہیں۔لطائف اشرفی میں ہے۔

انکی دس قسمیں ہیں۔اول غوث، دوم امامان، سوم اوتاد، چہارم ابدال، پنجم اخیار، ششم ابرار ، ہفتم نقباء، ہشتم نجباء، نہم مکتومان، دہم مفردان۔ان میں سے مکتوم کو اصلاح عالم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔(لطائف اشرفی اول جدید ایڈیشن ص ۲۳۱)

حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی فتوحات مکیہ سے نقل کرتے ہیں کہ بارہ اماموں کے مطابق اولیاء اللہ کی بارہ قسمیں ہیں پھر بحر المعانی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔پہلی قسم اقطاب ہے، دوسری قسم غوث، تیسری امامہ، چوتھی اوتاد، پانچویں ابدال، چھٹی اخیار، ساتویں ابرار، آٹھویں نقباء، نویں نجباء، دسویں عمداء گیارہویں مکتومان، بارہویں مفردان۔(مرآۃ الاسرار اردو ص ۹۱)

غوث: غوث کا مرتبہ سب سے اونچا ہوتا ہے اور اس کو قطب الاقطاب وقطب الاعلیٰ وغیرہ کہا جاتا ہے تمام عالم میں ایک زمانے میں صرف ایک ہی فرد منصب غوثیت پر فائز ہوتا ہے اور غوث کے دائرہ واحاطہ ادراک سے کوئی فرد باہر نہیں ہوتا ہے۔حضرت مخدوم پاک فرماتے ہیں۔

قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک شخص ہوتا ہے چند ہم معنی الفاظ اس متبرک نام کیلئے بولے جاتے ہیں۔جیسے قطب دائرہ، غوث الاعظم، انسان کامل، قطب الاقطاب، قطب الاعلیٰ، مظہر کلی ، جہانگیر لیکن اللہ کے نزدیک اس کا اسم شریف غوث عبد اللہ ہے۔(لطائف اشرفی ج ۲ ص ۶۲)

اور فرماتے ہیں عالم ناپائیدار کا وجود و بقا غوث کی مبارک ذات سے وابستہ ہے اگر اسکا

وجود مسعود ایک لمحہ کیلئے معدوم ہو جائے تو عالم فنا ہو جائے۔ (ایضاً ۶۳)

حضرت مخدوم پاک فرماتے ہیں کہ غوث کا جسم نہایت ہی لطیف ہوتا ہے اور کوئی چیز اس کے مابین حائل نہیں ہوتی انھیں یہ قدرت عطا کی جاتی ہے کہ پل بھر میں جہاں چاہے جائے۔ غوث لوگوں کی نظروں سے کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر اور جائز ہے کہ غوث کی دعا سے دوسرے کو غوثیت کا مرتبہ نصیب ہو۔ غوث کعبہ شریف کا مجاور ہوتا ہے اور مختلف مواضع میں پلک جھپکتے ہی ظاہر ہو سکتا ہے اور غوث کا مقام اولیاء میں سب سے کامل ترین ہے۔

غوث کے بعد امامان کا منصب ہوتا ہے اور جب غوث کا انتقال ہو جاتا ہے تو امامان میں سے ایک کو درجہ غوثیت پر فائز کر دیا جاتا ہے پھر اسکی جگہ بعد والے کو اور اسکی جگہ اس کے بعد والے کو اخیر تک۔ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ جو مرتبہ غوثیت پر فائز تھے فرماتے ہیں۔

مجھے منصب امامان حاصل تھا مجھے عبدالملک کہتے تھے میں غوث کے بائیں جانب تھا کیونکہ جو غوث کے بائیں جانب ہوتا ہے وہی مرتبہ غوثیت کو پہنچتا ہے جب فقیر کو یہ منصب حاصل ہو گیا تو عبدالرب دائیں جانب سے بائیں جانب مقرر ہوئے اور دائیں جانب ایک اوتاد ہوا اور اوتاد کی جگہ پر ایک ابدال ہوا اور ابدال کی جگہ پر ایک اخیار اور اخیار کی جگہ پر ایک ابرار اور ابرار کی جگہ پر نجباء اور نجباء کی جگہ پر نقباء۔ اور نقباء جگہ کی تمام مومنین میں سے ایک کو خاص کر لیا جاتا ہے۔

غوث کی جو بائیں جانب ہوتا ہے وہی مرتبہ غوثیت پر فائز ہوتا ہے حالانکہ یہ شرف دائیں والوں کو ملنا چاہیئے چنانچہ اس سوال کے جواب میں حضرت مخدوم پاک نے فرمایا کہ جو داہنے طرف غوث کی ہوتا ہے وہ ناظر عالم ملکوت ہوتا ہے جو بائیں جانب ہوتا ہے وہ ناظر عالم اجسام ہے اور ناظر عالم جسمانی کا مرتبہ ناظر عالم ملکوتی سے بہتر ہے اس وجہ سے اہل یسار غوث ہوتے ہیں۔ (ملخص از لطائف اشرفی جدید ایڈیشن چوتھا لطیفہ)

حضرت مخدوم پاک نے فرمایا کہ قطب الاقطاب وقطب مدار اور غوث ایک ہی فرد کو کہا جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی کی یہ وضاحت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

قطب عالم سارے جہاں اور زمانے میں ایک ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت یعنی عالم سفلی اور

علوی کے تمام موجودات قطب عالم کے وجود سے قائم ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ قطب عالم کو فیض براہ راست حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے قطب عالم کو قطب کبری وقطب ارشاد، قطب الاقطاب اور قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ (مرآۃ الاسرار ص ۹۱)

فائدہ: حضرت شیخ العالم مخدوم شیخ احمد عبدالحق ردولوی اور حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہما بھی اپنے ادوار میں قطب الاقطاب اور قطب عالم کہلاتے تھے کوئی بعید نہیں کہ یہ حضرات بھی منصب غوثیت پر فائز ہوئے ہوں البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضرات مرتبہ قطبیت پر فائز تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اقطاب: اولیاء کرام میں ایک طبقہ اقطاب کا ہے اس کے افراد بارہ ہیں اور ہر قطب کسی نہ کسی نبی کے قلب پر ہوتا ہے حضرت عبدالرحمٰن چشتی فتوحات مکیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

الاقطاب علی قلوب الانبیاء علیهم السلام یعنی تمام اقطاب انبیاء علیہم السلام کے قلب پر ہوتے ہیں۔ قطب اول حضرت نوح علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اور اس کا ورد سورہ یٰسین ہے۔ قطب دوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اور اس کا ورد سورہ اخلاص ہے، قطب سوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اور اس کا ورد سورہ اذا جاء نصر اللہ ہے، قطب چہارم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اس کا ورد سورہ فتح ہے قطب پنجم حضرت داؤد علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اور اس کا ورد سورہ اذا زلزلت الارض ہے، قطب ششم حضرت سلیمان علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اور اس کا ورد سورہ واقعہ ہے قطب ہفتم حضرت ایوب علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اور اس کا ورد سورہ بقرہ ہے، قطب ہشتم حضرت الیاس علیہ السلام کے قلب پر اور اس کا ورد سورہ کہف ہے، قطب نہم حضرت لوط علیہ السلام کے قلب پر اور اس کا ورد سورہ نمل ہے، قطب دہم حضرت ھود علیہ السلام کے قلب پر اور اس کا ورد سورہ انعام ہے، قطب یازدہم حضرت صالح علیہ السلام کے قلب پر اور اسکا ورد سورہ طٰہٰ ہے، قطب دوازدہم حضرت شیث علیہ السلام کے قلب پر اور اسکا ورد سورہ ملک ہے یہ سارے اقطاب قطب الاقطاب کے زیر فرمان ہوتے ہیں۔

ان بارہ اقطاب میں سے سات قطب سات اقلیم میں ہوتے ہیں یعنی ہر اقلیم میں ایک

قطب اور باقی پانچ قطب سے ہر ایک ،ایک ایک ولایت میں ہوتا ہے ان کو قطب ولایت کہتے ہیں اور اقطاب اقلیم کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور قطب عالم کا فیض اقطاب اقالیم پر وارد ہوتا ہے اور اقطاب اقالیم کا فیض اقطاب ولایت پر وارد ہوتا ہے اور اقطاب ولایت کا فیض تمام اولیاء پر وارد ہوتا ہے اسی طرح قیامت تک یہ فیض جاری رہیں گے۔ اے محبوب! جب ایک ولی ترقی کرتا ہے تو قطب ولایت کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اور قطب ولایت ترقی کرتا ہے تو قطب اقلیم کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اور جب قطب اقلیم ترقی کرتا ہے تو عبد الرب کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو قطب ارشاد کی دائیں طرف کا وزیر ہوتا ہے اور یہ قطب اقلیم ابدال ہوتا ہے اسرافیل کے قلب پر اور اس کو قطب ابدال کہتے ہیں اس کے بعد قطب ارشاد ہوتا ہے یعنی قطب عالم ہو جاتا ہے پس قطب عالم کی عمر دراز ہوتی ہے۔ (مرآۃ الاسرار اردو ص ۹۳۔۹۴)

امامان: یہ دو اشخاص ہیں ایک عبدالرب اور اس کا مقام غوث کے تخت کی دائیں جانب ہے اور ناظر ملکوت ہے دوسرے عبدالملک جو غوث کی بائیں جانب ہے یہ ناظر عالم انسانی ہے اس کا مرتبہ دائیں طرف والے سے بلند ہوتا ہے اور عالم کبھی ان سے خالی نہیں ہوتا۔

ابدال: **اما الابدال فهم سبعة ومن سافر من القوم من مواطنهم ترك جسدا على صورته حتى لا يعرف احد انه فقد فذالك هو البدل لاغير وهم على قلب ابراهيم عليه السلام۔**
(لطائف اشرفی جلد دوم چوتھا لطیفہ)

ابدال سات ہوتے ہیں ان میں سے جو کوئی اپنے وطن سے سفر کرتا ہے تو اپنا ایک ہم شکل چھوڑ جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی یہ نہیں پہچانپاتا کہ وہ غائب ہے پس وہی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور یہ ابدال قلب ابراہیم علیہ السلام پر ہوتے ہیں۔

ابدال اولیاء کی جماعت میں بہت علوشان کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کو ابدال اس لئے کہا جاتا ہیں کیونکہ ان کی جگہ بدلتی رہتی ہے۔ حضرت مخدوم اشرف سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

قالوا اسم الابدال لكونهم اذا مات واحد منهم كان الاٰخر بد له۔

متعدد احادیث طیبہ میں ابدال کا ذکر آیا ہے اور ان کی تعداد چالیس بتائی گئی ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انی سمعت رسول الله علیه وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وهم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجلا یسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب۔ وفی روایة لایزال اربعون رجلا من امتی قلوبهم علی قلب ابراهیم یدفع الله بهم عن اهل الارض یقال لهم ابدال (رواہ احمد)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہونگے اور وہ چالیس آدمی ہونگے جب ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے گا تو اللہ اس کی جگہ دوسرے کو لے آئیگا یہ لوگ ہیں جن کی برکت سے بادل برستے ہیں اور جن کی برکت سے دشمنوں پر فتح ونصرت طلب کی جاتی ہے اور اہل شام سے ان کی بدولت عذاب کو دور کیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ہمیشہ چالیس آدمی ایسے ہونگے جو قلب ابراہیم پر ہونگے ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب کو دور کریگا ان کو ابدال کہا جاتا ہے۔

حضرت مخدوم پاک قدس سرہ ابدال کی تعداد سات بتاتے ہیں اس کی وضاحت آپ خود ہی فرماتے ہیں۔

قیل ان الابدال سبعة ومن هذه السبعة اربعهم الاوتاد واثناهم الامامان ووحدهم القطب وهذه الجملة هم الابدال ۔قالوا اسم الابدال لکونهم اذامات واحدمنهم کان الاٰخر بدله بواحد من ثلاث مائة ویکمل الاربعون بواحد من المومنین الصالحین۔

(لطائف اشرفی دوم چوتھا لطیفہ)

کہا گیا ہے کہ ابدال سات ہیں ان میں سے چار اوتاد ہیں دو امام اور ایک قطب اور یہ سب کے سب ابدال ہیں۔ مشائخ نے کہا ہے کہ انھیں ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ یہ چالیس میں سے ایک لیا جاتا ہے چالیس میں جو کمی ہوتی ہے وہ تین سو میں سے پوری کی جاتی ہے اور تین سو کی کمی کسی مومن صالح سے پوری کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے مرآۃ الاسرار میں سات ابدال کا پھر تین سوستاون ابدال کا

پھر چار سو ابدال کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

اخیار: وہ تین سو افراد ہیں۔ صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ اخیار تین ہزار کی تعداد میں ہوتے ہیں بعض مشائخ نے سات افراد کہا اور بعض نے اٹھارہ افراد اور یہ سب درگاہ حق تعالیٰ کی نائبین وحجاب ہیں۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی کہتے ہیں اخیار کی تعداد سات سو ہے جن کا نام حسین ہے۔

ابرار: یہ سات افراد ہیں اور بعض نے کہا چھ ہیں۔

نقباء: یہ تین سو ہوتے ہیں اور یہ صاحب فصوص اوران کے تابعین کا قول ہے لیکن صاحب کشف المحجوب نقباء کی تعداد تین بتائے ہیں ان میں صالحہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ شیخ عبد الرحمٰن چشتی لکھتے ہیں نقباء کی تعداد تین سو ہے تمام نقباء کے نام علی ہیں۔

نجباء: نجباء کی تعداد چالیس ہے جو لوگوں کے معاملات درست کرنے اوران کی پریشانیاں دور کرنے پر مامور ہوتے ہیں مخلوق کے حقوق میں تصرف کرتے ہیں نہ کہ غیر کے البتہ شیخ عبدالرحمٰن چشتی کے نزدیک نجباء کی تعداد ستر ہے اور تمام نجباء کا نام حسن ہے۔

عمداء: عمداء کی تعداد چار ہے جن کا نام محمد ہے۔

مکتومین: چار ہزار ہیں جو نقاب عفت میں پوشیدہ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور اپنے حال کی خوبی سے واقف نہیں اور اپنے اور خلق کے تمام احوال میں مستور ہوتے ہیں۔ بعض مشائخ نے حدیث قدسی **اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری** کے معنیٰ کا اطلاق انھیں پر کیا ہے۔

مفردین یا افراد: یہ وہ لوگ ہیں جو قطب کے دائرہ خدمت سے خارج ہوتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن چشتی رقمطراز ہیں **المفردون فمنھم علی قلب علی کرم اللّٰہ وجھہ وعلی علیٰ قلب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم** (لطائف اشرفی اردو چوتھا لطیفہ ومرآۃ الاسرار اردو)

سطور بالا میں جو کچھ مذکور ہوا مستند حوالوں سے مذکور ہوا اور اس کی تائید میں احادیث بھی

وارد ہیں ہم صرف تین حدیثیں یہاں نقل کررہے ہیں۔

(۱) عن الحسن البصری قال لن تخلو الارض من سبعین صدیقا وهم الابدال لا یهلك منهم رجلا الا خلف الله مکانه مثله اربعون بالشام وثلا ثون فی سائر الارض۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ زمین کبھی بھی ستر صدیقوں سے خالی نہیں ہوتی اور وہ ابدال ہیں ان میں سے جب بھی کوئی فوت ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اسی طرح کسی دوسرے کو لاتا ہے۔ ان میں سے چالیس شام میں ہیں اور تیس باقی تمام زمین میں۔

(۲) عن عبید الله بن محمد العیشی قال سمعت الکتانی یقول النقباء ثلاث مائة والنجباء سبعون والبدلاء اربعون والاخیار سبعة والعمداء اربعة الغوث واحد فمسکن النقباء المغرب ومسکن النجباء مصر ومسکن الابدال الشام والاخیا ر سیاحون فی الارض والعمد زوایا الارض ومسکن الغوث مکة فاذا عرضت الحاجة من امر العامة ابتهل فیها النقباء ثم النجباء ثم الابدال ثم الاخیار ثم العمد فان اجیبوا والا ابتهل الغوث فلا تم مسئلته حتی تجاب دعوته۔ (رواه ابن عساکر فی تاریخ دمشق کبیر)

حضرت عبید اللہ بن محمد عیشی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کتانی کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نقباء تین سو ہیں اور نجباء ستر ہیں بدلاء چالیس ہیں اخیار سات ہیں عمد چار ہیں اور غوث ایک ہے پس نقباء مغرب میں نجباء مصر میں ابدال شام میں رہتے ہیں اور اخیار زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور عمد زمین کے کونوں میں ہیں اور غوث کا مسکن مکہ ہے۔ پس جب عام معاملات میں سے کوئی امر پیش آتا ہے تو اس میں نقباء اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں پھر نجباء پھر ابدال پھر اخیار پھر عمد تو اگر ان کی دعا قبول کرلی جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر غوث گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور ابھی غوث کی دعا مکمل نہیں ہوتی کہ اس کی دعا مقبول ہوجاتی ہے۔

(۳)عن انس بن مالك قال البدلاء اربعون رجلا اثنان وعشرون بالشام وثمانية عشر بالعراق وكلمامات واحد يبدل اٰخر فاذا كان عند القيامة ماتوا كلهم فاذا جاء الامر قبضوا كلهم فعند ذالك تقوم الساعة (رواه الترمذی فی نوادر الاصول)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ رعنہ سے روایت ہے کہ ابدال چالیس مرد ہیں بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں ہیں ان میں سے جب کوئی فوت کر جاتا ہے تو اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جب قیامت کا وقت قریب آئیگا تو تمام ابدال وفات پا جائیں گے جب قیامت کا وقت قریب آئے گا تو ان کی روح قبض کر لی جائے گی اور پھر قیامت قائم ہو جائے گی۔

روحانی خلافت وامامت

صوفیاء عظام کے یہاں ایک اہم مسئلہ روحانی خلافت وامامت کا بھی ہے اس بات کے اعتقاد کے ساتھ کہ خلافت وامامت کے امام اول حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی مرتضی رضی اللہ عنہم ہیں اور اس بات سے آج تک کسی ولی یا صوفی کا انکار نہیں سنا گیا بلکہ اکابر اولیاء نے اپنی کتابوں میں اس اعتقاد کو راہ طریقت کی اولین شرط قرار دی ہے اور یہ اہل سنت کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔

اکابر صوفیاء نے خلافت کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک خلافت صغریٰ، دوسری خلافت کبریٰ پھر یہ حضرات خلافت ظاہری کو خلافت صغریٰ اور خلافت باطنی کو خلافت کبریٰ کہتے ہیں اور اول الذکر کا امام اول بالاتفاق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں اور ثانی الذکر کا امام اول بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ خواجگان چشت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے تو اصحاب سے فرمایا کہ مجھے خرقہ حاصل ہوا ہے اور حکم ہوا کہ اسے کسی کو عطا کروں پھر آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر یہ خرقہ تمھیں دوں تو کیا کروگے انھوں نے جواب دیا صدق سے کام لونگا اور اطاعت کرونگا پھر آپ نے حضرعمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تمھیں دوں تو تم کیا کروگے؟ انھوں نے جواب دیا عدل وانصاف کرونگا پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم کو دوں تو تم کیا کروگے انھوں نے عرض کیا میں انفاق کرونگا اور سخاوت سے کام لونگا اس کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی اگر تمھیں عطا کرونگا تو تم کیا کروگے؟ انھوں نے عرض کیا میں پردہ پوشی کرونگا اور بندگان خدا کے عیب چھپاؤ نگا اس پر حضور اقدس نے وہ خرقہ حضرت علی کو مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے کہ جو شخص یہ جواب دے خرقہ اسے دیا جائے۔

لطائف اشرفی کی دوسری روایت اس طرح ہے۔اس پر مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ حضرت جبرئیل امین بارگاہ رب العزت سے ایک کپڑا لائے اور حضور اقدس کو دیا آپ نے اس کپڑے کے چار حصے کئے ایک حصہ حضرت ابوبکر کو ایک حصہ حضرت عمر فاروق کو ایک حصہ حضرت عثمان کو اور ایک حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کو عطا کیا اور فرمایا اسے بحفاظت رکھو جب طلب کروں لے آنا! ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاروں حضرات سے وہ حصے طلب کئے تین حضرات گئے اور خالی ہاتھ واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چاروں حصے لاکر بارگاہ رسالت میں حاضر کردیئے۔ارشاد رسالت ہوا مبارک ہو پہنو اور پہناؤ (ملخص از مرآۃ الاسرار اردو)

حضرت صوفیاء کرام خلافت کبریٰ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں اور اس باب میں ان کے پاس مضبوط دلائل بھی ہیں۔حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ ان میں سے ایک ہے اور ہمارے نزدیک یہ حق سے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

فرمان کہ ,,خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوجائیگی ،، سے یہی ظاہر ہے البتہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے خلافت باطنی کا تسلسل بدستور قائم ہے اور سلاسل روحانیہ کا تعلق عموماً انھیں سے ہے جیسا کہ اس بارے میں صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں۔

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت چار شخصوں کو پہنچا ہے جن کو چار پیر کہتے ہیں اول حضرت امام حسن دوم حضرت امام حسین ،سوم خواجہ کمیل بن زیاد، چہارم خواجہ حسن بصری رضوان اللہ علیہم اجمعین (مرآۃ الاسرار ص ٦٨)

سلاسل روحانیہ ایک نظر میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چاروں خلفاء کو صوفیاء اصول کہتے ہیں اور باقی سلاسل کو فروع قرار دیتے ہیں کیونکہ تمام سلسلوں کا سرا کسی نہ کسی واسطے سے مذکورہ چاروں حضرات سے ضرور ملتا ہے۔سلاسل مشہورہ کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(١) پہلا سلسلہ زیدی ہے یہ خواجہ عبدالواحد زید سے منسوب ہے جو حضرت امام حسن بصری کے خلیفہ تھے۔(٢) دوسرا سلسلہ عیاضیاں ہے جو حضرت خواجہ فضیل بن عیاض سے منسوب ہے جو حضرت عبدالواحد کے مرید وخلیفہ تھے۔(٣) تیسرا سلسلہ ادھمی ہے جو حضرت ابراہیم بن ادہم سے منسوب ہے۔(٤) چوتھا سلسلہ ہبیریہ ہے جو حضرت ابو ہبیرہ بصری سے منسوب ہے۔ (٥) پانچواں سلسلہ چشتیاں ہے جو حضرت خواجہ ممشاد دینوری سے جاملتا ہے اور خواجہ ابو اسحاق شامی سے اس کا نام سلسلہ چشتیہ ہوا۔(٦) چھٹا سلسلہ عجمیوں کا ہے جو حضرت خواجہ حبیب عجمی سے جاملتا ہے۔(٧) ساتواں سلسلہ طیفوریوں کا ہے جو حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے جاملتا ہے۔ (٨) آٹھواں سلسلہ کرخیوں کا ہے جو حضرت خواجہ معروف کرخی سے جاملتا ہے۔(٩) نواں سلسلہ سقطیوں کا ہے جو حضرت خواجہ سری سقطی سے جاملتا ہے۔(١٠) دسواں سلسلہ جنیدیوں کا ہے جو حضرت خواجہ جنید بغدادی سے منسوب ہے۔(١١) گیارہواں سلسلہ گاذورنیوں کا ہے جو حضرت ابواسحاق گاذورنی سے جاملتا ہے۔(١٢) بارہواں سلسلہ طوسیوں کا ہے جو حضرت شیخ جلال الدین

طوسی سے جاملتا ہے۔(۱۳) تیرہواں سلسلہ سہروردیوں کا ہے جوحضرت خواجہ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی سے جاملتا ہے(۱۴) چودہواں سلسلہ فردوسیوں کا ہے جو حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے۔

صاحب مرآۃ الاسرار نے مندرجہ ذیل بارہ سلاسل کا الگ سے ذکر کیا ہے۔

(۱) پہلا قادریہ غوثیہ جو حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی سے منسوب ہے۔ (۲) دوسرا سلسلہ یسویہ ہے جوحضرت خواجہ احمد یسوی سے جاملتا ہے۔(۳) تیسرا سلسلہ نقشبندیوں کا ہے جو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے منسوب ہے۔ (۴) چوتھا سلسلہ نوریہ ہے جو حضرت ابوالحسن نوری سے منسوب ہے۔ (۵) پانچواں سلسلہ خضرویہ ہے جو حضرت خواجہ احمد خضرویہ سے منسوب ہے۔(۶) چھٹا سلسلہ شطاریہ عشقیہ ہے جوحضرت عبداللہ شطاری سے جاملتا ہے۔(۷) ساتواں سلسلہ چشتیہ ہے جوسادات کرام سے ملتا ہے۔(۸) اٹھواں سلسلہ زاہدیہ ہے جوحضرت خواجہ بدرالدین زاہدی سے نکلا ہے۔(۹) نواں سلسلہ انصاریہ ہے جوحضرت خواجہ عبد اللہ انصاری سے منسوب ہے۔ (۱۰) دسواں سلسلہ صفویہ ہے جو حضرت صفی الدین اسحاق سے شروع ہوا۔ (۱۱) گیارہواں سلسلہ عیدروسیہ ہے جو حضرت میر سید عبداللہ عیدروس سے منسوب ہے۔(۱۲) بارہواں سلسلہ قلندریہ ہے یہ چند سلسلوں کے لوگوں پر مشتمل ہے۔
(ملخص ازمرآۃ الاسرار)

شریعت، طریقت اور تصوف

مضمون کی مناسبت سے یہاں شریعت طریقت اورتصوف کی وضاحت اوران کے درمیان باہمی رابطے کی وضاحت بھی فائدے سے عاری نہ ہوگی کیونکہ بعض نادان قسم کے لوگ تینوں کو ایک دوسرے سے جدا مانتے ہیں حالانکہ تینوں کا مرکزی نقطہ ایک ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی یا نبی کے ذریعہ جن قوانین کو بندوں پر لازم کیا ہے انھیں شریعت کہا جاتا ہے اوران قوانین کے کما حقہ احترام کوطریقت کہا جاتا ہے اوران پرعمل کرنے والوں کی تعلیمات

وطریقہ کار جن سے تزکیہ وتصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے اسے تصوف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔حضرت شیخ سرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ نے مختلف الفاظ میں شریعت کی تعبیر پیش کی ہے فرماتے ہیں۔

اوامرونواہی اصول وفرع کی دعوت کوشریعت کہتے ہیں اوراس راہ میں چلنے کواطاعت کہتے ہیں۔جملہ احکام پر گردن رکھنے کواسلام کہتے ہیں۔شریعت دین کی ایک راہ کا نام ہے جوپیغمبروں کے ذریعہ قائم ہوتی ہے۔لغت میں کشادہ راہ کوشارع کہتے ہیں۔آگے فرماتے ہیں۔شریعت میں توحید،طہارت نماز،روزہ حج،جہاد،زکوٰۃ اوردوسرے احکام شرائع ومعاملات ضروری کا بیان ہے۔طریقت کہتی ہے کہ ان معاملات کی حقیقت دریافت کروان مشروعات کی تہ تک پہنچو،اعمال کوقلبی صفائی سے آراستہ کرواخلاق کونفسانی کدورتوں سے پاک کرو۔آگے مزید آسان کرکے فرماتے ہیں ظاہری طہارت،ظاہری تہذیب سے جس امر کوتعلق ہے وہ شریعت ہے تزکیہ باطن اورتصفیہ قلب سے جس کولگاؤ ہووہ طریقت ہے۔

(مکتوبات صدی اردومکتوب نمبر۲۵)

بہر حال شریعت اصل وبنیاد ہے اوراس کے علاوہ طریقت تصوف جوکچھ ہے سب اس کے اجزاء ہیں شریعت پرعمل کئے بغیرکوئی شخص طریقت کی بوبھی نہیں پاسکتا۔حضرت شیخ مجددالف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

’’شریعت کے تین جزء ہیں علم،عمل،اخلاص،جب تک یہ تینوں جزء نہ پائیں جائیں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔طریقت وحقیقت جس کے ساتھ صوفیاء کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کے خادم ہیں ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزء اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے لہذاان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اورامر جوشریعت کے علاوہ ہو۔‘‘

(مکتوبات امام ربانی اردودفتر اول مکتوب نمبر۳۶)

حضرت شیخ مجددوسری جگہ فرماتے ہیں:

’’شریعت حقہ کے تین جزء ہیں علم،عمل،اخلاص،توطریقت اورحقیقت دونوں اس کے

جزوِ اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کے خادم ہیں۔ اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔" (ایضاً مکتوب نمبر ۴۰)

شریعت وطریقت کے باہمی تلازم پر چند دلائل

حدیث پاک:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انزل القرآن على سبعة احرف لكل اٰية منها ظاهر وباطن ولكل حد مطلع (مشكوة)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن سات مفاہیم پر نازل ہوا ہے اس میں ہر اٰیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور ہر حد کی ایک ابتداء ہے۔

علماء و محققین صوفیاء کبھی ظاہر کو شریعت وطریقت اور باطن کو حقیقت کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

الطريقة والشريعة متلازمان لان الطريق الیٰ الله لها ظاهرها وباطنها فظاهرها الشريعة و الطريقة وباطنها الحقيقة (شامی ج۳ ص ۳۰۳)

شریعت اور طریقت باہم لازم وملزوم ہیں کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر کو شریعت اور طریقت کہتے ہیں اور باطن کو حقیقت کہتے ہیں۔

مرقاۃ المفاتیح میں حضرت شیخ ابوطالب مکی کا قول درج ہے۔

هما علمان اصليان لا يستغنى احدهما من الاخر ـكلجسم والقلب لا ينفك احدهما من صاحبيه (مرقاة المفاتيح ج١ ص ٢٥٦)

شریعت وطریقت دونوں ایسے علوم ہیں جن میں سے کوئی بھی ایکدوسرے سے مستغنی نہیں جیسے جسم اور رقلب ایک دوسرے سے جدا نہیں۔

علامہ قشیری فرماتے ہیں۔

كل شريعة غير مؤيدة بالحقيقة فغير مقبول وكل حقيقة غير مقيدة بالشريعة فغير محصول۔ (رسا له قشيريه ص٤٣)

جس شریعت کو حقیقت کی تائید حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ غیر محصول ہے۔

علامہ زکریا انصاری فرماتے ہیں۔

الشریعة ظاهر الحقيقة والحقيقة باطن الشريعة وهما متلازمان لايتم احدهما الابا لاٰخر (شرح رسالہ قشیریہ ص۴۳)

شریعت ظاہر حقیقت ہے اور حقیقت شریعت کا باطن ہے اور دونوں باہم متلازم ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔

صوفی اور تصوف

شریعت اور طریقت کو لازم پکڑنے والوں کو صوفی کہا جاتا ہے۔علماء نے لفظ صوفی اور تصوف کی تعریف وتعبیر میں بہت طوالت سے کام لیا ہے مختصر لفظوں میں اس کا خلاصہ یوں پیش کیا جاسکتا ہے۔قولا،فعلا،عملا،اعتقادا،ظاہراً،باطناً،خود کو اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالنا اور رضاء الٰہی کی جستجو کرنا،اسے تصوف کہتے ہیں اور ان اوصاف کے حاملین کو صوفی کہتے ہیں۔ارشاد ربانی **لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة۔**

صوفی کی تعریف میں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

الصوفی هو الموصوف بصفات الله سواالوجوب والقدم صوفی وہ ہے جو موصوف ہو اللہ کی صفات کے ساتھ سوائے وجوب اور قدم کے۔ (لطائف اشرفی چوتھا لطیفہ)

سرکار مخدوم پاک کی اس تعریف کی روشنی میں جملہ مخلوقات میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی صوفی نہیں ہے لہٰذا آپ کا اسوہ وطریقہ ہی حقیقت تصوف ہے باقی جو کچھ کہا گیا اس کی تعبیر وتشریح ہے۔قرآن پاک کی یہ آیت بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کررہی ہے۔**قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله** یعنی اے محبوب آپ فرمادو کہ

اگر تم خدا کو دوست بنانا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو وہ خود ہی تمہیں دوست بنالیگا۔

حضرت مخدوم پاک کا یہ ارشاد بھی اس بارے میں اہم دلیل ہے۔

طالبان ایں طریق ومحبان ایں فریق وسالکان گرم رود تیز دو ومیدان تحقیق بمقام رفیع اولیاء فنا فی اللہ نمی رسند مگر بمتابعت شریعت پیشوائے قوافل اصفیاء ومقتدائے طوائف اولیاء محمد رسول اللہ ﷺ ظاہراً وباطناً قولاً وفعلاً اعتقاداً وحالاً (لطائف اشرفی چھٹا لطیفہ)

اس راہ تصوف واحسان کے طالب اور اس میدانِ تحقیق کے شہسوار وفراسان اولیاء فنا فی اللہ کے بلند مقام تک نہیں پہنچے مگر اولیاء واصفیاء کے مقتداء حضرت محمد ﷺ کی شریعت مطہرہ کی ظاہر وباطن، قول وفعل اور اعتقاد وحال میں کامل اتباع سے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ نے کشف المحجوب میں تصوف کی حقیقت پر نہایت ہی جامع ومانع تحقیق پیش کی ہے۔ہم ذیل میں اس کا ایک خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔

التصوف خلق فمن زاد عليك فى الخلق زاد عليك فى التصوف۔

تصوف اچھے اخلاق کا نام ہے جو شخص اخلاق میں جس قدر اچھا ہوگا تصوف میں اسی قدر بلند پایا ہوگا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التصوف مبنى على ثمان خصال السخاء،والرضاء والصبر والاشارة والغربة ولبس الصوف السياحة والفقراما السخاء فلابراهيم واماالرضاء فلاسمٰعيل واما الصبرفلايوب واماالاشارة فلزكرياواما الغربة فليحىٰ واما

تصوف کی آٹھ خصلتیں ہیں سخاوت، رضا، صبر، اشارت، غربت، صوف پہننا، سیاحت اور فقر۔سخاوت حضرت ابراہیم، رضا حضرت اسمٰعیل، صبر حضرت ایوب، اشارت حضرت زکریا، غربت واجنبیت حضرت یحییٰ، لبس صوف حضرت موسیٰ، سیاحت حضرت عیسیٰ

لبس الصوف فلموسیٰ واما السیاحۃ فلعیسیٰ واماالفقر فلمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و علیھم السلام۔ اور فقر جناب محمد ﷺ و علیھم السلام کا طریقہ ہے۔

(کشف المحجوب ص ۸۸،۸۹)

کشف المحجوب کے اس بیان کی روشنی میں اب یہ حقیقت اچھی طرح عیاں ہوگئی کہ تصوف جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خصوصی اوصاف وخصائل کے مجموعے کا نام ہے۔

الحمدللہ اس مضمون کے گزشتہ سطور سے اجمالی طور پر ہی سہی یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ شریعت وطریقت، حقیقت وتصوف وغیرہ یہ سب ایک ہی سکہ کی دو جہتیں ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کے حصول میں بھی کھوٹ رہ جائے تو منزل مقصود سے ہمکنار ہونا ناممکن ہے جیسا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق۔ جوفقیہ ہوا اور صوفی نہ ہوا وہ فاسق ہوگیا اور جو صوفی ہوا فقیہ نہ ہوا وہ زندیق ہوگیا اور جس نے دونوں کو جمع کیا بیشک اس نے حق کو پالیا۔

اوراسی جماعت صوفیاء کے بارے حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

سب سے صحیح ملت کے محققین یہ صوفیاء ہی ہیں کہ جو ظاہر اور باطن دونوں کے انوار سنت کو حاصل کرنے والے اور حقیقت کے بھید کو کھولنے والے ہیں۔ سلوک میں طریقت نام ہے عمل اور حال کے اعتبار سے پیروی کرنے کا اور ظاہر وباطن میں عزیمت اختیار کرنے کا اور صدق واخلاص کے معنوں کی تحقیق کرنے نفس کے مکر اور زہد وورع کی باریکیوں کو سمجھنے اور تہذیب واخلاص اور باطن کی صفائی کرنے کا کہ کوئی شخص بھی ان سے بہتر طریقے سے نہیں پیش کرسکا اور اعمال واخلاص، احوال ومقامات، وجد اور ذوق، نکتے اور اشارے اور تمام کمالات میں جو کچھ ان کو میسر ہوا ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ (مرج البحرین مترجم ص ۱۱۳)

بہرحال صوفیاء کا معاملہ حق ہے اس سے روگردانی کرنا یا اس پر تنقید کرنا حقیقت سے انحراف

اور جہالت کو دعوت دینا ہے۔اکابر نے اصفیاء کی حمایت میں ہزاروں کتابیں لکھی ہیں اوران کے معاملات کوحق گردانا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ جماعت کے طفیل ہمیں جادۂ مستقیم پر قائم رکھے اور انھیں مبارک ہستیوں کے ساتھ میں ہمارا حشر ہو۔آمین

رسول اللہ ﷺ کی اولاد پاک مقتداء اولیاء ہیں

اس باب میں ایک اہم مسئلہ جومقتدراولیاء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے یہ ہے کہ تمام اولیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے خادم ہیں ہر دور میں ولایت ودیگر روحانی کمالات کی کرنیں انہیں سے پھوٹتی ہیں اور رسول اللہ سے نسبی رشتہ رکھنے کی وجہ سے حضرات سادات کرام کو ہر دور میں تمام لوگوں پر ظاہری وباطنی فوقیت حاصل ہے یہاں تک کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور بھی اسی شان سے ہوگا۔

قصر عارفاں میں ہے حضراتِ ولایت کے سربراہ حضراتِ اہل بیت ہیں کیوں کہ اصول نبوت کی یہی شاخیں ہیں، انھیں نور نبوت کے اجزائے روحانی اوراعضائے جسمانی قرار دیا گیا ہے۔(قصر عارفاں ص ۳۵)

ایسا کیوں نہ ہو کہ قرآن مجید نے ان کی طہارت وپاکیزگی کی گواہی دی ،رسول اللہ ﷺ نے انھیں قرآن کا ساتھی بنایا،ان کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا اورانھیں نجات کی کشتی قرار دیکران کے دامن سے وابستہ ہونے کی تلقین فرمائی اور بلاشبہ حق یہی ہے کہ گھرانۂ بنوت سے ہی ولایت کا خزانہ بٹتا ہے اور حضرات سادات کرام اس گھر کے مکیں ہیں۔

یہ تحریر چونکہ ایک کتاب مسمی بہ،،تذکرۂ غوث صمدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی،، کے مقدمہ کے طور پر سپرد قلم کی گئی اس لئے اخر میں حضرت سرکار غوث الاعظم کا مختصر ذکر ہماری طرف

سے بھی ہونا چاہئے تا کہ کتاب کے ساتھ اس کی مناسبت قائم ہو اور گفتگو کا انجام بھی بخیر ہو ویسے ہماری کوشش یہی ہو گی کہ صرف انھیں میں سے چند باتوں کا ذکر کیا جائے جو اصل کتاب میں آنے سے رہ گئی ہیں تا کہ پڑھنے والے کو اجمالاً ہی سہی بعض ضروری گوشوں سے مزید واقفیت حاصل ہو۔ وماتوفیق الا باللہ العلی العظیم۔

محبوب یزدانی قطب ربانی غوث صمدانی

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

آمد کی بشارت: آپ کے آنے کی بشارت جلیل القدر اولیاء کرام اپنے اپنے زمانے میں سناتے رہے چنانچہ حضرت جنید بغدادی نے ایک روز مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا قدمہ علی رقبتی ،قدمہ علی رقبتی لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے عالم غیب سے اشارہ ہوا کہ ایک مقدس ولی نہایت ہی جلالت شان کے ساتھ پانچویں صدی ہجری میں آسمان ولایت پر جلوہ گر ہوگا اور مثل آفتاب کے سب پر چھاجائیگا اس کا نام عبدالقادر لقب محی الدین ہوگا جیلان جائے پیدائش اور بغداد جائے سکونت ہوگی وہ بحکم الٰہی فرمائے گا قدمی ھذہ علی رقبۃ لکل ولی اللہ۔ پس حالت کشف میں اس کی یہ شان دیکھکر میری زبان سے بھی بے اختیار نکلا کہ ان کا قدم میری گردن پر ہے۔

شیخ ابو بطائحی کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کو ایک جبہ مرحمت فرمایا اور وصیت کی کہ یہ امانت میرے فرزند محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی تک پہنچادینا جو پانچویں صدی ہجری کے اخر میں آئیں گے چنانچہ یکے بعد دیگرے یہ جبہ سرکار غوث اعظم تک شوال ۴۹۷ھ کو پہنچا۔

شیخ ابوبکر بن ہوار نے ایک روز فرمایا عراق میں سات قطب ہیں (۱) شیخ معروف کرخی (۲) حضرت احمد بن حنبل (۳) حضرت بشر حافی (۴) شیخ منصور بن عمار (۵) حضرت جنید بغدادی (۶) حضرت سہل بن عبداللہ تستری (۷) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ۔اس پر اہل مجلس نے تعجب سے کہا کہ ساتویں فرد عبدالقادر کا نام ہم نے کبھی نہیں سنا بتائیں وہ کون ہے؟

شیخ ابوبکر نے جواب دیا عبدالقادر ایک عجمی مرد صالح ہوگا اس کا ظہور پانچویں صدی ہجری کے اخر میں ہوگا اور اس کا قیام بغداد میں ہوگا۔

(ماخوذ از محی الدین اسمی)

ولادت اور جائے پیدائش : آپ کی ولادت ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۷ء بتاریخ ۳۰/شعبان المعظم یا یکم رمضان المبارک کو ہوئی عمر ۹۱ سال ہوئی ۔بعض سوانح نگاروں نے اس شعر سے تاریخ ولادت اور عمر شریف کا عدد برآمد کیا ہے۔

ان باز اللہ سلطان الرجال　　جاء فی عشق توفی فی کمال

تاریخ ولادت کا مادہ عشق ہے (۴۷۰ھ) اور عمر کا مادہ کمال (۹۱) ہے۔اس ضمن میں یہ شعر بھی کہا گیا ہے۔

بادشاہ کہ اولیاء اللہ زیر پائش نہاد جملہ رکاب

(۴۷۰ھ)(ایضاً)

آپ کی جائے ولادت صحیح قول کے مطابق جیلان میں ہے اس کو فارسی میں گیلان کہا جاتا ہے جو ایران کے صوبہ طبرستان کے ایک شہر کا نام ہے اس لئے آپ وطناً عجمی ہیں۔

نسبی خصوصیت : حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین سید ہیں اس پر اہل سنت کا اجماع ہے البتہ روافض آپ کی سیادت کا انکار کرتے ہیں **لعنة اللہ علی الکاذبین۔**

والد کی طرف سے آپ حسنی ہیں اور والدہ کی طرف سے حسینی علاوہ ازیں آپ کا نسبی رشتہ خلفاء ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی سے بھی کسی نہ کسی اعتبار

سے جاملتا ہے۔ مثلاً آپ کی نانی پاک کا نام ام سلمہ تھا ان کا نسبی تعلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے آپ کے دادا کی والدہ کا نسبی تعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاملتا ہے اس طرح آپ کے ایک جد کی والدہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھیں۔ (سوانح غوث اعظم)

نوٹ : اصل کتاب میں شجرۂ نسب مذکور ہونے کی وجہ سے ہم نے یہاں اسے نقل نہیں کیا۔

آپ کے والد ماجد: آپ کے والد کا نام سید موسیٰ، کنیت ابو صالح اور لقب جنگی دوست ہے اور سب کو یکجا کر کے ''ابو صالح موسیٰ جنگی دوست'' مشہور ہے۔

جنگی دوست کہنے کی وجہ: جنگی دوست عجمی لفظ ہے اس کا معنی (راہ خدا میں) لڑائی پسند کرنے والے کے ہیں۔ سید ابو صالح موسیٰ ہمیشہ اپنے نفس سے لڑتے اور اس کی سرکشی پامال کرتے رہتے چنانچہ ایک سال تک بوجہ مجاہدۂ نفس کے آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا بعد ایک برس کے جب کچھ خواہش ہوئی تو جو کی روٹی بے نمک اور گرم پانی ملایا پھر اسی وقت کسی نے لذیذ کھانا اور ٹھنڈا پانی لا کر حاضر کیا آپ نے وہ تو فقراء کو دیدیا اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تجھکو غذا کی خواہش ہے تو تیرے لئے یہ جو کی روٹی اور گرم پانی کافی ہے نفس نے یہ سنتے ہی آواز دی یا ابو صالح جنگی الجوع الجوعا اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام تشریف لا کر فرمایا السلام علیک یا سبط النبی۔ اے ابو صالح موسیٰ خدا نے تمہارے نفس کو جنگی کہا اور تم کو اپنا دوست کیا اور مجھکو حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ افطار کروں! تب جو کھانا اور پانی کہ حضرت خضر علیہ السلام ساتھ لائے تھے وہی آپ نے اور انھوں نے کھایا اس وقت سے ''موسیٰ جنگی دوست حق'' ان کا لقب ہو گیا۔ (الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم ص ۴۲۱)

شادی سے قبل آپ کے والد گرامی کا حضرت ابو عبداللہ صومعی کے باغ میں بارہ سال تک باغبانی کی خدمت انجام دینا اور آپ کی والدہ طیبہ کا کبھی گھر سے نہ نکلنا اور ان کی عفت و پاکدامنی کے واقعات مشہور و عام ہیں اور مستند کتابوں میں مذکور ہیں۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید

ابوعبداللہ صومعی زاہد ہے جو ریاضت ومجاہدہ میں بے نظیر اور اپنے دور کے اولیاء کاملین میں سے تھیں۔

آپ کے اجداد نسبی خواہ والدہ کی طرف سے ہو یا والد کی طرف سے ان کی شان ,,ایں ہمہ خانہ آفتاب است،، ہے ان میں سے ہر فرد کا تذکرہ ایک علٰحدہ دفتر کا متقاضی ہے اس سلسلے میں بڑی ضخیم ضخیم کتابیں موجود ہیں تفصیلات انھیں کتابوں میں دیکھنا چاہئے۔

شیوخ واساتذہ: حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ باوجود یکہ مادر زاد ولی تھے اور ولی جملہ علوم وفنون سے پہلے ہی بہرہ ور ہوا کرتا ہے پھر بھی آپ مزید رضائے الٰہی اور مجاہدہ نفس کیلئے تحصیل علوم ظاہری میں اس قدر مشقتیں اٹھائیں کہ ضبط بیان سے باہر ہے۔اس ضمن میں چند واقعات آپ آگے تذکرہ میں ملاحظہ کریں گے ہم یہاں آپ کے ان اساتذہ کرام کی ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں جن سے آپ نے علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ وغیرہ حاصل کیا۔

۴۸۸ھ میں آپ تحصیل علم کیلئے بغداد تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ بغداد میں آپ نے مشہور علماء وفضلاء وقت سے علوم قرآن حاصل کیا چنانچہ شیخ ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی شیخ ابوالخطاب محفوظ الکلوذانی، شیخ ابوالحسین محمد بن قاضی ابویعلی محمد بن الحسین بن محمد فراء حنبلی، قاضی ابوسعید بقول بعض ابوسعید المبارک بن علی مخزومی حنبلی علیہم الرحمۃ سے علم فقہ کی تحصیل کی۔

شیخ ابوبکر یحیٰ بن علی تبریزی سے ادب پڑھا اور حدیث محدثین کی ایک بڑی جماعت سے حاصل کی چند مشہور اسماء یہ ہیں۔شیخ ابوغالب محمد بن الحسن الباقلانی، شیخ ابوسعد محمد بن عبدالکریم، شیخ ابوالغنائم محمد بن محمد بن علی بن ہمون الفرسی، شیخ ابوبکر احمد بن مظفر، شیخ ابومحمد جعفر بن احمد بن حسین قاری السراج، شیخ ابوالقاسم علی بن احمد بن بنان کرخی، شیخ ابوعثمان اسماعیل بن محمد بن احمد بن جعفر بن ملتہ الاصفہانی واعظ، شیخ ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف، شیخ ابوطاہر عبدالرحمٰن بن احمد، شیخ ابوالبرکات ہبۃ اللہ ابن المبارک، شیخ ابوالفسر محمد بن المختار ہاشمی، شیخ ابونصر محمد، شیخ ابوغالب احمد، شیخ ابوعبداللہ یحیٰ ابناء امام ابی الحسن بن ہنا، شیخ ابوالحسین مبارک ابن عبدالجبار ،شیخ ابومنصور عبدالرحمٰن ابن ابی غالب، شیخ ابوالبرکات طلحہ ابن احمد العاقولی قدست اسراہم وغیرہ۔

مشائخ طریقت: شیوخ طریقت کی چار قسمیں ہیں (۱) شیخ بیعت وارادت (۲) شیخ خرقہ (۳) شیخ الذکر (۴) شیخ صحبت۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ طریقت میں چار فرد سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست، حضرت شیخ حماد، حضرت شیخ ابوسعید مخزومی، حضرت شیخ ابوالوفاء محمد بن محمد بن زید حلوانی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کے شیخ صحبت شیخ حماد بن مسلم دباس ہیں اور حضرت ابوسعید مخزومی وحضرت شیخ ابوالوفاء شیخ الذکر ہیں۔ بعض تذکرہ نگار کے مطابق شیخ خرقہ چاروں بزرگ ہیں البتہ بیعت وارادت کے بارے میں بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کو بیعت وارادت اپنے والد گرامی سے حاصل تھی اور بعض کہتے ہیں حضرت شیخ ابوسعید مخزومی سے۔ ہمارے ملک کی قادری خانقاہوں میں جو شجرہ رائج ہے اس میں حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کا واسطہ مذکور ہے۔

ہمارے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ آپ کو شرف بیعت حضرت ابوسعید مبارک مخزومی سے حاصل تھا جیسا کہ اکثر محققین نے اس کی صراحت کی اور یہی مشہور ہے اور شیخ خرقہ شیخ ذکر اور شیخ صحبت مذکورہ تمام حضرات تھے ہاں حضرت شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آپ سب سے زیادہ رہے اور والد گرامی کی جانب سے آپ کو سب سے پہلا خرقہ ملا جو حضرت مولائے کائنات سے اباً عن جد آپ کو مرحمت ہوا جیسا کہ الدر المنظم میں حضرت ملا احمد جیون علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دیکھئے الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم حصہ دوم ص ۹۵)

تلامذہ: سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ علوم ظاہری وباطنی کے بحر ناپیدا کنار تھے اور لوگ آپ سے دونوں نعمتیں حاصل کرتے تھے آپ کی درسگاہ میں طلبہ کی تعداد اس کثرت سے اکٹھی ہوجاتی تھی کہ جگہ تنگ پڑجاتی۔ آپ نے تمام علوم وفنون میں اپنا جانشیں چھوڑا جن کی تعداد حیطۂ تحریر سے باہر ہے الدر المنظم سے آپ کے تلامذہ کی ایک فہرست دستیاب ہوئی ہے مگر باعث طوالت ہم اسے درج کرنے سے قاصر ہیں۔

تصانیف: حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیفات کی صحیح تعداد معلوم نہیں کہ کیا

ہے تاہم آپ کی چند مشہور کتابیں یہ ہیں ۔غنیۃ الطالبین ،فتوح الغیب ،الفتح الربانی ،مکتوبات ،دیوان وغیرہ۔

آپ کا فقہی مذہب: جملہ سلاسل کے بزرگوں نے آپ کو طریقت کا امام تسلیم کیا اور آپ کے فیوض باطنی سے مالا مال ہوا مگر فقہ میں آپ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے اور ان کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے تھے گرچہ خود اجتہاد کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔

آپ کے چند مشہور خلفاء: سرکار غوث الاعظم کے مرید و خلفاء کی تعداد کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے البتہ چند مشہور خلفاء کی ایک فہرست الدر المنظم میں ہے جو بہت طویل ہے اس میں سے ہم چند اسماء ذکر کرتے ہیں ۔آپ کے تمام فرزندان گرامی آپ کے مرید وخلیفہ ہوئے علاوہ ازیں یہ حضرات معروف دہر ہیں حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی ،حضرت شہاب الدین سہروردی ،حضرت شیخ ابو مدین مغربی ،حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق ،حضرت شیخ ابو عبداللہ ،حضرت شیخ قضیب البیان موصلی ،حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ادریس یعقوبی ،حضرت شیخ احمد بن مبارک بغدادی ،حضرت شیخ ابوالفرح بغدادی ،حضرت شیخ موفق الدین مقدسی ،حضرت شیخ حسن بن مسلم بن حسن بن احمد یمنی حضرت امام ابن جوزی علیہم الرحمۃ وغیرہ۔

وصال: آپ کے وصال کی تاریخ میں مؤرخین کا اختلاف ہے اور اس سلسلے میں ۸/۱۰/ ۱۱/۱۲ ربیع الثانی کا قول کتابوں میں پایا جاتا ہے البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کا وصال ماہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں ہوا ۔عام طور پر پوری دنیا میں گیارہ ربیع الثانی کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے ۔لفظ ,,معشوق الٰہی،، سے سال وفات (۵۶۱) برآمد ہوتا ہے۔

آپ کے مراتب ومقامات اور شان وعظمت کا مختصر بیان تو آپ آگے تذکرہ میں پڑھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور اس سبب سے ہم نے آپ کے ذکر مبارک کا یہاں اعادہ نہیں کیا تاہم قصیدہ غوثیہ کے چند اشعار مع ترجمہ اور چند اکابر اولیاء کے آپ کی شان میں کہے ہوئے مناقب ذیل میں درج کرتے ہیں اس امید کے ساتھ کہ اگر کبھی فیضان غوثیت مآب متوجہ ہوئی تو آپ کے

مناقب وفضائل میں اجمال وتفصیل کے درمیان ایک ,,تحریری گلدستہ،،اپنی وسعت کے مطابق ہم بھی سجائیں گے۔وماتوفیقی الاباللہ۔

قصیدہ غوثیہ سے چنداشعار

قصیدہ غوثیہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی کا عکس اس میں نظر آتا ہےاور یہ قصیدہ آپ نے بحکم رب العٰلمین تلفظ کیا ہے اسلئے یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس میں آپ نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کا مقام اس سے کہیں اعلیٰ ہے جو کچھ قصیدہ شریف میں مذکور ہے۔علماء وصوفیاء نے آپ کے اس قصیدہ کو نہ صرف دل سے قبول کیا ہے بلکہ دفع بلااور حل مشکلات کیلئے اس کا پڑھانا بھی مجرب قرار دیا ہے ذیل میں چنداشعار مع ترجمہ حاضر ہے۔

(۱)سقانی الحب کاسات الوصال فقلت لخمرتی نحوی تعال	مجھے محبوب حقیقی نے وصال یار کے جام پلائے پس میں نے اپنے پلانے والے سے یہی کہا کہ مجھے خوب سیراب کردے۔
(۲)فقلت لسائر الاقطاب لموا بحال وادخلواانتم رجال	پھرمیں نے تمام اقطاب سے کہا آوٴ اور میرے حال میں داخل ہوجاوٴ کیونکہ تم سب بھی میرے ساتھی ہو۔
(۳)شربتم فضلتی من بعد سکری ولا نلتم علوی واتصال	جب شراب عشق سے مست ہوگیا تو تم نے میرا بچا ہوا حصہ پیا اورتم میں کا کوئی بھی میرے مرتبوں کی رفعت تک نہیں پہنچ سکتا۔
(٤)مقامکم العلیٰ جمعاولکن مقامی فوقکم مازال عال	اگر چہ تم سب کامقام بھی بہت بلند ہے لیکن میرا مقام تمہارے مقام سے ہمیشہ بلندرہے گا۔

(۵)انا فی حضرة التقریب وحدی
یصرفنی وحسبی ذوالجلال

قرب خداوندی میں میرا مقام منفرد ہے اور اللہ مجھے ترقی دیتا ہے پھر رب ذوالجلال میرے لئے کافی ہے۔

(٦)انا البازی اشهب کل شیخ
ومن ذافی الرجال اعطی مثال

میں آسمان معرفت کا شہباز ہوں اور مجھے ہر شیخ پر فضیلت ہے اور خدا کے مردوں میں سے کون ہے جس کو میری طرح کمال عطا ہوا۔

(۷)وولانی علی الاقطاب جمعا
فحکمی نافذفی کل حال

اور اللہ تعالی نے مجھے تمام اقطاب پر ولایت دی ہے پس میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔

(۸)ولو القیت سری فی بحار
لصارالکل غورا فی الزوال

اور اگر میں اپنے راز حقیقت کو سمندر میں ڈالدوں تو اس کا سارا پانی خشک ہوجائے اور وہ عالم زوال میں پہنچ جائے۔

(۹)فلو القیت سری فی جبال
لدکت واختفت بین الرمال

اور اگر میں اپنے راز حقیقت کو کسی پہاڑ پر ڈالدوں تو وہ پاش پاش ہوکر ریت کے درمیان فنا ہوجائے۔

(۱۰)ولو القیت سری فوق نار
لخمدت وانطفت من سرحال

اور اگر میں اپنے راز معرفت کو آگ پر ڈالدوں تو وہ سرد ہوجائے اور میرے حال کے بھید سے آگاہ ہوکر فنا ہوجائے۔

(۱۱)ولو القیت سری فوق میت
لقام بقدرة مولی تعالٰ

اور اگر میں اپنے راز کو مردے پر ڈالدوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہوکر کھڑا ہوجائے۔

(۱۲)ومامنها شهور او دهور
تمر وتنقضی الا اتال

اور کوئی مہینہ یا سال اور زمانہ ہو اس کی جرأت نہیں کی میری بارگاہ میں حاضری دیئے بغیر آگے بڑھ جائے۔

(۱۳)مـريـدی لاتـخف الله ربـی
عـطـانـی رفـعة نـلـت الـمـنـال

اے میرے مرید خوف نہ کر اللہ میرا رب ہے اور اس نے مجھے ایسی رفعت عطا کی ہے کہ میں اپنے مطلوب کو پالیتا ہوں۔

(۱٤)بلاد الله ملـكـی تـحـت حكمی
ووقتـی قبل قـلبـی قد صـفـال

اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میرے زیر فرمان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پیدا ہونے سے پہلے ہی میرے دل کو صاف فرما دیا۔

(۱۵)نظـرت الـی بلاد الله جمعا
كـخـردلة عـلـی حكم اتـصـال

میں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے ہتھیلی پہ رائی کا دانہ ہو۔

(۱٦)وكـل ولـی لـه قـدم وانـی
عـلـی قـدم الـنبی بـدر الـكـمال

اور ہر ولی کا قدم کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے لیکن میرا قدم نبی آخرالزماں کے نقش قدم پر ہے جو جملہ کمالات کے بدر کامل ہیں۔

(۱۷)فـمـن فی اولیـاء الله مثلی
ومـن فـی الـعـلـم والتصريف حـال

اولیاء میں کس کی ہمت ہے کہ میری برابری کا دعوی کرے اور علم وتصرف میں میرا مقابلہ کرے۔

(۱۸)انـا الـحسنی والمخدع مقامی
واقـدامـی عـلـی عـنـق الـرجـال

میں حسنی ہوں میرا مقام خاص ہے اور میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔

(۱۹)وعبـدالـقـادر الـمشهور اسمی
وجـدی صـاحـب الـعـين الـكـمـال

اور میرا نام عبد القادر مشہور ہے اور میرا نانا سید الاولین والآخرین ہیں جو جملہ کمالات کے مصدر و سرچشمہ ہیں۔

اکابر اولیاء اللہ کا بارگاہ غوث الاعظم میں خراج عقیدت

عطائے رسول سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ نے آپ کی شان میں فرمایا ہے:

یاغوث معظم نور ہدی مختار نبی مختار خدا سلطان دو عالم قطب اعلیٰ حیراں زجلالت ارض وسماء
درصدق ہمہ صدیق وشے درعدل عدالت چوں عمری ائے کان حیا عثمان غنی مانند علی با جود سخا
در بزم نبی عالی شانی، ستار عیوب مردانی در ملک ولایت سلطانی ائے منبع فضل و جود وسخا
چو پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت اقطاب جہاں در پیش درت افتاد چو پیش شاہ گدا

قطب الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے آپ کی مدح میں کہا:

قبلہ اہل صفا حضرت غوث الثقلین دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین
خاک پائے تو بود روشنی اہل نظر دیدہ را بخش صفا حضرت غوث الثقلین

سید الصابرین حضرت شیخ علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مناقب میں فرمایا:

من آمدم بہ پیش سلطان عاشقاں ذات تو ہست قبلۂ ایمان عاشقاں
در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر دستم بگیر از کرم ائے جان عاشقاں

حضرت شیخ عبدالرحمان جامی کہتے ہیں۔

گویم ز کمال تو چہ غوث الثقلینا محبوب خدا ابن حسن آل حسینا
سر بر قدمت جملہ نہادند وبگفتند تاللہ لقد اثرک اللہ علینا

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

بیکساں را کس اگر جوئی در دنیا ودیں ہست محی الدین سید تاج سرداراں یقیں

حضرت شیخ سلطان باہو کہتے ہیں۔

شفیع امت و سرور بود آں شاہ جیلانی تعالیٰ اللہ چہ قدرت خدائش کرد ارزانی

حضرت شیخ ابوالمعالی صابری انبیٹھوی یوں مدح خوانی کرتے ہیں۔

گر کسے واللہ بعالم از مے عرفانی است از طفیل شہ عبد القادر جیلانی است

حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ یوں کہتے ہیں۔

غوث اعظم دلیل راہ یقین کن یقین رہبر اکا بر دیں

الحمدللہ شروع سے آخر تک یہ چند سطریں بزرگوں کے فضائل ومناقب میں سپرد قرطاس کرنے کی توفیق ہوئی اس میں جس قدر صحت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ خامیاں ہیں وہ میری شامت نفس سے ہیں۔

قارئین سے گزارش ہے کہ جہاں کہیں انھیں کوئی خامی نظر آئے تو از راہ خیر اطلاع کی زحمت اٹھائیں تا کہ اس کا ازالہ کیا جاسکے اور مجھے ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

فقط والسلام

بارگاہ شیخ العالم کا بھیکاری طالب دعا

احقر محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

خادم التدریس والافتاء جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم

ردولی شریف، فیض آباد

۴/ جنوری ۲۰۱۳ء

تذکرہ غوث صمدانی حضرت شیخ

سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

از: شہید عشق حضرت علامہ محمد حسین فاروقی صابری الہ آبادی علیہ الرحمہ

یہ تحریر غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں لکھی گئی ہے اس طرح کی تحریریں اکثر گیارہویں شریف کے موقع پر تحریر فرمایا کرتے تھے اور محفل منعقد فرما کر کسی سے پڑھادیا کرتے تھے اس میں سے بعض بعض حصّے غائب ہیں۔

نام و نسب

نام: عبدالقادر، کنیت۔ ابومحمد، لقب۔ محی الدین، غوث اعظم، غوث صمدانی، محبوب سبحانی، شیخ کبیر

نسب شریف آپ کا والد ماجد کی طرف سے یہ ہے۔

شیخ عبدالقادر ابن ابی موسیٰ جنگی دوست ابن عبداللہ بن یحیٰ زاہد بن امام محمد بن امام داؤد بن امام موسیٰ بن امام عبداللہ بن موسیٰ الجون بن امام عبداللہ المحض بن امام حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور ماں کی طرف سے نسب شریف آپ کا یوں ہے۔

شیخ عبدالقادر بن سیدہ فاطمہ اُم الخیر ام الجبار بنت ابی عبداللہ صومعی بن جمال الدین بن محمد بن محمود الجواد الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد بن علی زین العابدین بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

یہ نسب نامہ آپ کا وہ ہے کہ جس پر اہل سیر کے بڑے بڑے اکابر نے اتفاق کیا ہے اگر کوئی نادان شیعی نے اس پر کلام کیا تو جہالت اور تعصّب اُس کا منشا ہے آپ مِن حیث الاب سید حسنی اور مِن حیث الاُم سیّد حسینی ہیں۔

بچپن

لڑکپن ہی سے آپ پر آثار ولایت ظاہر ہونے لگے آپ کی والدہ ماجدہ کا ۶۰ برس کا سن تھا جب آپ پیدا ہوئے۔ عادۃً اس سن میں عورتوں کی اولاد نہیں ہوتی جس سال آپ پیدا ہوئے رمضان کے مہینے میں دودھ نہیں پیا۔ بدلی تھی چاند نظر نہیں آیا یہ بات مشہور ہوئی کہ شہر کے کسی خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو رمضان میں دودھ نہیں پیتا آپ کی والدہ سے اُن لوگوں نے پوچھا کہ لڑکے نے دودھ پیا ہے یا نہیں معلوم ہوا کہ نہیں پیا اس وجہ سے یقین ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے۔

آپ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور بعضوں نے ۴۷۱ھ لکھا ہے اس بنا پر عشق یا عاشق آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ اکیانوے برس کا سن پایا۔ ۳۳ برس درس اور فتویٰ نویسی میں بسر کیا ۱۸ برس کا سن تھا جب گیلان سے بغداد تشریف لائے اور بڑے بڑے محدّثین اور مشائخ سے سماعت حدیث کی۔ جمیع علوم وفنون میں بڑی مہارت حاصل کی۔ خلق اور خالق کی نظر میں بڑے معظم اور محترم رہے۔

سفر بغداد اور رہزنوں کی اصلاح

آپ فرماتے ہیں کہ ایّام طفولیت میں ایک شہر کے اطراف میں تفریحاً گیا وہ دن عرفہ کا تھا۔ ایک گائے بھاگی اُس کے پیچھے میں دوڑا گائے نے منھ پھیر کر مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر تم اس واسطے پیدا نہیں کیئے گئے ہو میں ڈر کر بھاگا اور اپنے مکان کی چھت پر چڑھ گیا دیکھا عرفات والے لوگ وہاں وقوف کے لئے جمع ہیں میں اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے دنیا کے کاروبار سے معاف کیجئے اور اجازت دیجئے کہ بغداد میں جاکر علم سیکھوں اور بزرگوں کی صحبت میں رہوں۔ انھوں نے اس کا سبب پوچھا میں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا وہ اس حال کو سُن کر رونے لگیں اور جاکر اسّی (۸۰) دینار لائیں جو میرے والد نے ترکہ میں چھوڑے تھے۔ اُس میں سے چالیس (۴۰) میرے کپڑے میں سی دیئے اور مجھے رخصت فرمایا اور چلتے وقت مجھ سے عہد لیا کہ کسی حال میں جھوٹ نہ بولوں اور مجھے دُعائیں دے کر رُخصت کیا۔

ایک چھوٹا سا قافلہ بغداد کو جاتا تھا میں اُس کے ہمراہ ہولیا جب ہمدان سے ہم آگے بڑھے

تو نا گہاں ساٹھ سواروں نے آ کر قافلہ کو گھیر لیا اور خوب لوٹا مگر مجھے فقیر جان کر چھوڑ دیا اور کچھ نہ پوچھا ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ اے فقیر تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ چالیس دینار ہیں۔اس نے کہا کہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے کپڑے میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اُس نے مذاق سمجھ کر مجھے چھوڑ دیا پھر دوسرا شخص آیا اُس نے بھی مجھ سے وہی پوچھا میں نے وہی جواب دیا اور وہ دونوں جب اپنے سردار کے پاس گئے تو میرا حال بیان کیا اُس نے مجھے پکڑ بلوایا اور اس نے بھی وہی سوال کیا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے بے تکلف کہہ دیا کہ چالیس دینار ہیں جو میرے کپڑے میں بغل کے نیچے ٹکے ہیں اُس نے سیون توڑ کر دیکھا تو واقعی چالیس دینا تھے۔ اُس نے متعجب ہو کر مجھ سے کہا کہ ٹھگوں سے کوئی شخص اپنا مال ظاہر نہیں کرتا تم نے اپنا مال کیوں ظاہر کر دیا؟ میں نے کہا کہ چلتے وقت میری والدہ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں میں اُسی عہد پر قائم ہوں اس لئے میں کہہ دیا۔اس کہنے کا اُس پر ایسا اثر ہوا کہ رونے لگا اور کہا کہ تم ابھی کمسن ہو اور اپنی والدہ کے ساتھ جو عہد کیا ہے اس میں یہ خیال ہے کہ خلاف نہ ہونے پاوے اور ہم کو اتنا زمانہ دراز گذرا کہ خدا کے خلاف کرتے ہیں اور شرم نہیں کرتے اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے بھی توبہ کی اور کہنے لگے کہ تو چوری میں بھی ہمارا سردار تھا آج توبہ میں بھی ہمارا سردار ہے اور قافلہ والوں کا سارا مال جو لیا تھا واپس کر دیا۔

حکایت: آپ فرماتے ہیں کہ میں لڑکپن میں جب قصد کرتا تو سُنتا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے الی یا مبارک یعنی میری طرف آ ''اے مبارک'' یہ سن کر میں اپنے ہم سِن لڑکوں کی جماعت سے الگ ہو کر اپنی ماں کی گود میں چھپ جاتا۔

حکایت: لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے کو کب سے ولی جانا کہا جب میرا دس برس کا سِن تھا اور میں اپنے گھر سے مکتب کو جاتا تھا تو اپنے ساتھ جماعت فرشتوں کی دیکھتا جب مکتب میں پہنچتا اپنے کانوں سے سُنتا کہتے تھے اصفحوا الی اللہ۔ایک دن اس طرف سے ایک شخص کا گذر ہوا اور وہ صاحبِ بصیرت تھا اُس نے جو یہ حال دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ سادات کے خاندان سے ہے۔ کہا اس شخص کا بہت بڑا مرتبہ ہونے والا ہے اُس شخص کو چالیس برس کے بعد پہچانا وہ ابدال میں سے تھا۔

زمانہ طالب علمی کی مشقتیں

حکایت: شیخ طلحہ بن قر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابتداءً مجھے بغداد میں کسی قدر تکلیف تھی ایک مرتبہ بیس فاقے گذرے میرے پاس کھانے پینے کا سامان کچھ نہ تھا۔ایوان کسریٰ کی طرف گیا کہ کچھ مل جائے تو کھانے کا سامان ہو وہاں میں نے ستّر اولیاء کو پایا کہ وہ سب کے سب اسی حالت و کیفیت میں مبتلا تھے جس میں میں تھا وہاں سے واپس آیا تو ایک شخص نے ایک ٹکڑا چاندی کا دے کر کہا کہ یہ تمھاری والدہ نے بھیجا ہے اس میں سے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ فقراء کو دیا جو اپنے لئے رکھ لیا تھا اُس کا کھانا خرید لیا اور فقرا کے ساتھ مل کر کھایا ایک مرتبہ ایسا ہی اور اتفاق ہوا کہ بغداد میں گرانی تھی اور مجھے کھانے پینے کی طرف سے تنگی تھی کئی دن سے مجھے کچھ میّسر نہ آیا تھا۔جنگل میں جاتا تو گٹھلیاں یا بقولات کی پتّی جو کچھ مل جاتی کھاتا ایک دن اسی خیال سے دریا کے کنارے گیا وہاں اور بھی فقراء کو دیکھا کہ وہ بھی اس تلاش میں ہیں شہر میں بھی بہت کچھ جستجو کی مگر کچھ میسر نہ آیا ناگاہ ایک مسجد میں پہنچا جو بازار ریحا میں واقع تھی بھوک کی شدت اور ناتوانی کے سبب سے ہل نہ سکتا تھا۔ایک جوان عجمی مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر روٹی کھانے لگا۔میرے نفس نے کئی بار چاہا کہ شریک ہو جاؤں مگر میں نے روکا اُس جوان نے مجھے دیکھا اور کھانے کیلئے اصرار کیا۔اثنائے گفتگو میں میرا حال پوچھنا شروع کیا کہ کون ہو اور کیا شغل رکھتے ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو۔میں نے نام بتایا اور کہا کہ طالب علم ہوں جیلان کا رہنے والا ہوں اُس نے کہا میں بھی وہیں کا رہنے والا ہوں۔تب اُس نے پوچھا تم پہچانتے ہو کہ ایک نوجوان طالب علم جیلان کا رہنے والا عبدالقادر نامی فلاں خاندان کا یہاں ہے میں نے کہا وہ میں ہوں۔اُس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہا کہ اتنے روز بغداد میں آئے ہوئے مجھے ہوئے تمہارا حال دریافت کیا کسی نے نہ بتلایا۔خرچ میرا چُک گیا میرے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا بجز تمھاری امانت کے جب تین دن گذر گئے تمھاری امانت میں سے میں نے روٹی خریدی جسے میں نے اور تم نے شریک ہو کر کھایا مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا کہتا ہے تب اُس نے کہا کہ تمھاری والدہ نے آٹھ دینار دئے تھے ان میں سے میں نے بمجبوری یہ روٹی خریدی اور جو کچھ باقی تھا اُس کو دے دیا اور کچھ اپنی طرف سے اور دے دیا۔

دور مجاہدہ اور شیخ حماد کی صحبت

آپ فرماتے ہیں کہ میں عراق کے جنگل اور ویرانوں میں پچیس برس تنہا پھرتا رہا نہ مخلوق مجھے جانتی نہ میں مخلوق کو پہچانتا رجالُ الغیب اور جنّات کی قومیں مجھ سے ملتی تھیں میں ان کو اللہ کا راستہ بتاتا تھا اولاً جب میں عراق میں داخل ہوا تو خضر میرے رفیق تھے میں ان کو پہچانتا نہ تھا۔ انھوں نے مجھ سے شرط کی کہ میں اُن کے خلاف نہ کروں مجھے وہ ایک جگہ بیٹھا گئے میں تین برس بیٹھا رہا وہ سال میں ایک مرتبہ مجھ سے ملتے اور دُنیا عجائب وغرائب صورتوں میں میرے سامنے آتی میں اس کو دفع کرتا۔ شیطان مختلف پیرایہ میں میرے سامنے آتا اور بہکانا چاہتا اللہ کی عنایت سے میں بچارہا حتیٰ کوئی طریقہ مجاہدہ کا باقی نہیں رہا۔

میں نے برسوں جنگل کی پتّیاں کھائیں اور پانی نہیں پیا اور برسوں کھایا اور پیا کچھ نہیں اور برسوں نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ سویا ایک مرتبہ چاہا کہ بغداد سے نکل کر کہیں چلا جاؤں اس لئے کہ بغداد میں بڑے فتنے تھے قرآن بغل میں دبایا اور باب حلبیہ کے جانب سے چاہا کہ کسی جنگل کو نکل جاؤں لیکن ایک آواز سنی کہ کہاں جاتے ہو لوگوں کو تم سے نفع پہنچے گا۔ میں نے کہا کہ خلق سے مجھے کیا مطلب مجھے اپنے دین کا بچانا منظور ہے تو اس نے کہا کہ دین تمھارا محفوظ ہے اور کہنے والے کو میں دیکھتا نہ تھا پھر مجھ پر ایسے احوال جاری ہوئے کہ خُدا سے دعا کرنے لگا کہ کوئی ایسا ہے جس سے میری مشکل آسان ہو؟ جب دوسرے دن مراقبہ میں گیا تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا دروازہ زور سے کھولا اور کہا کہ اے عبدالقادر آؤ میں گیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا۔ اُس نے کہا کہ تم نے رات کو خدا سے کیا دعا کی تھی؟ میں چُپ رہا اور تامّل میں تھا کہ کیا جواب دوں! اس کو غصہ آیا اور زور سے دروازہ بند کرلیا کہ غبار اُڑ کر میرے منہ پر گرا تھوڑی دور چلا تب مجھے خیال آیا کہ یہ شخص کوئی بڑا بزرگ ہے لوٹ کر دروازہ ڈھونڈھنے لگا تو نہ ملا نہایت پریشان ہوا۔ وہ شیخ حماد تھے بعد میں ان کو میں نے پہچانا اور اُن کی صحبت میں رہا ان کے فیضان صحبت سے میری ساری مشکلیں آسان ہوگئیں وہ بعض وقت مجھ سے سختی سے پیش آتے اور امتحاناً سخت کلامی کرتے تو میں بنظر ادب سکوت کرتا۔

بارگاہ رسالت سے وعظ نصیحت کرنے کا حکم

ابتداءً جب میں بغداد میں آیا تو میرے دل میں حقائق اور معارف کی باتیں جوش زن ہوئیں اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ بغداد جاؤ اور لوگوں کو اللہ کا راستہ بتاؤ میں اس خیال سے کہ مجھے خلق سے کیا نسبت؟ مطلب بیان کرنے میں تامل کرتا رہا اور یہ خیال کرتا رہا کہ میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے اپنی زبان کیسے کھولوں اتنے میں ظہر کے وقت دیکھتا کیا ہوں کہ انوار میری طرف متوجہ ہیں تعجب ہوا کہ یہ کیا حالت ہے۔ مجھ سے کسی نے کہا کہ حضرت سرور کائنات کے فتوحات جو خدا کی جانب سے تمھیں حاصل ہیں آن حضرت ﷺ اس کی تمھیں مبارکباد دیتے ہیں۔ میں نے نظر اٹھائی تو منبر کے سامنے ہوا میں حضرت کا جمال باکمال دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عبدالقادر تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں عجمی ہوں فصحائے عرب کے سامنے کیسے زبان کھولوں؟ آپ نے سات بار اپنا لعاب دہن میرے مُنھ میں ڈال دیا اور تشریف لے گئے پھر حضرت علی نے تین بار لعاب دہن میرے منھ میں ڈالا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے حضرت کی طرح کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے بلحاظ ادب حضرت کے برابری نہیں کی پھر حضرت نے مجھے خلعت پہنایا اور یہ فرمایا کہ یہ خلعت ولایت اور قطبیت کی ہے۔ اُسکے بعد قلب پر علوم حقائق فیض کئے گئے پھر تو آپ کے بیان میں اس قدر مجمع ہونے لگا کہ جگہ نہ ملتی تھی حتی کہ شہر کے باہر عیدگاہ میں بیان فرمانے لگے لوگ سواریوں پر سوار ہو کر آتے اور رات سے شمع اور مشعل جلا کر چلتے کہ پہلے سے جگہ لے رکھیں ستّر ہزار آدمی جمعہ میں ہوتے۔ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے اور دفعتہً چند قدم ہوا میں اُڑے اور یہ فرمایا کہ یا اسرائیلی قف فاسمع کلام محمدی انت اسرائیلی وانا محمدی جب اپنی جگہ پر آئے تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت موسیٰ کو ہوا میں دیکھا اور اُن سے یہ باتیں ہوئیں جو تم نے سُنی۔

ارشاد

آپ فرماتے ہیں کہ کسی شیخ کو جائز نہیں کہ سجادہ ارشاد پر بیٹھے جب تک اُس میں بارہ

خصلتیں پوری نہ ہوں۔دو خصلتیں اللہ کی دو رسول کی دو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو عمر رضی اللہ عنہ کی دو عثمان رضی اللہ عنہ کی اور دو علی رضی اللہ عنہ کی۔اللہ کی دو خصلتیں تو یہ ہیں کہ ستّار و غفّار ہو اور رسول کی دو خصلتیں یہ ہیں کہ شفیق و رفیق اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو دو خصلتیں یہ ہیں کہ آمر و ناہی ہو اور عمر کی خصلتیں یہ ہیں کہ عادل و بے باک ہو اور عثمان رضی اللہ عنہ کی دو خصلتیں یہ ہیں کہ مساکین کو کھانا کھلائے اور رات کو نماز پڑھے جب لوگ سوتے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ کی دو خصلتیں یہ ہیں کہ عالم ہو اور شجاع و دلیر ہو۔

شانِ رفیع

آپ کے زمانہ کے مشائخ کبار آپ کا بڑا ادب کرتے اور نہایت تعظیم سے پیش آتے عبداللہ حیای کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کا ایک خادم تھا عمر حلاوی نام کا وہ بغداد سے کہیں چلا گیا اور کئی برس تک کہیں غائب رہا جب لوٹ کر آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں تھا اس نے کہا کہ بلاد شام و مصر و مغرب و عجم میں پھرتا رہا اور قریب قریب ۳۶۰ اولیاء سے ملا مگر ہر ایک کو یہی کہتے سنا کہ ہمارے شیخ و مرشد شیخ عبدالقادر ہیں شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں شیخ حماد دباس کے پاس ۵۲۳ھ ہجری میں تھا اس وقت شیخ عبدالقادر اُن کے پاس تھے ایک بات انھوں نے بہت جرأت کی کہی شیخ حماد نے کہا کہ عبدالقادر ایسی بات نہ کہا کرو اللہ سے ڈرو مبادا ان معاملات میں کوئی مکر پوشیدہ ہو۔حضرت شیخ عبدالقادر نے اپنا ہاتھ شیخ حماد کے سینہ پر رکھا اور کہا کہ دل کی آنکھ سے دیکھئے میرے سینہ میں کیا تحریر ہے اُن پر حال طاری ہو گیا جب میں نے اُن کے سینہ سے ہتھیلی اُٹھائی تو فرمایا کہ میں نے آپ کے ہتھیلی میں یہ تحریر لکھی ہوئی دیکھی کہ عبدالقادر نے اللہ سے ستّر بار عہد لیا ہے کہ اُن کے ساتھ مکر نہ کیا جائے گا۔شیخ حماد نے کہا کہ تمھیں اب کچھ ڈر نہیں ہے جو چاہے سو کہو ڈ لک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت ابومسعود عبداللہ اور محمد عوانی اور عمر بزاز فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر نے اپنے مُریدوں کے لئے اللہ سے عہد لے لیا ہے کہ کوئی ان میں سے بے توبہ نہ مرے اللہ نے اُن سے وعدہ کرلیا ہے کہ ان کے مریدوں کو جنت میں داخل کرے گا۔آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مرید

اور مرید کے مریدوں کے لئے ستّر درجہ تک کفیل ہوں کہ وہ مغرب میں ہوں یا مشرق میں تو میں وہیں سے اُس کی حفاظت کر سکتا ہوں۔

فائدہ: اللہ سے مریدوں کے لئے عہد و پیمان لے لینا بظاہر تو مستبعد معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ ہے کہ معاملہ خاص اہل اللہ کا اللہ کے ساتھ ہے۔ مرید حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو عادت وسیرت میں پیر کا قدم بقدم ہو اور کم سے کم یہ ہے کہ پیر کے ساتھ اخلاق ومحبت پوری طور سے رکھتا ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **اَلا اِنَّ اَوۡلِیَـآءَ اللّٰہِ لَا خَـوۡفٌ عَـلَیۡھِـمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ** اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اولیا اللہ کو نہ کسی طرح کا غم وخوف نہ کسی قسم کا رنج وملال اور اپنے خالص ومخلص کا مبتلائے عذاب دیکھنا یہ بھی منجملہ حُزن وملال کے ہے جو اولیاء اللہ کیلئے بہ نص قرآنی منفی ہے۔

دوسرے یہ کہ مرید جو پیر کا قدم بقدم پیرو ہو وہ بمنزلہ اولاد کے ہے اور اسی بنا پر اللہ نے ارشاد فرمایا ہے **وَالَّـذِیۡنَ اٰمَنُوا واتَّبَعَتۡھُمۡ ذُرِّیَّتُھُمۡ بِایۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِھِمۡ ذُرِّیَّتَھُمۡ** اور اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ **اَلۡـمَـرۡءُ مَـعَ مَنۡ اَحَبَّہٗ** آدمی اُسی کے ساتھ ہے جسے چاہے **احب الصالحین ولست منھم لعل یرزقنی صلاحاً۔**

شیخ عمر بزاز فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حسین حلاج سے لغزش ہوگئی افسوس اُن کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کا ہاتھ پکڑ کر ترقی کرا دیتا۔ میں ہوتا تو اُن کو اُن کے مقام سے کھینچ لاتا اور میں قیامت تک اپنے مریدوں اور دوستوں وارادتمندوں میں سے جس سے لغزش ہو دستگیری کروں گا۔

صاحب تحفۃ الراغبین لکھتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ منصور مرتبۂ اطلاق میں جا کر پابند ہو گئے تھے اور وہاں سے ترقّی نہیں کر سکتے تھے اگر میں ہوتا تو مرتبہ صحو محمدی میں اور مقام عبدیت خالصہ میں پہنچا دیتا۔

ابراہیم ابن سعد لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے منصور حلاج کا کسی نے حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اُن کے دعوے بڑھ گئے تھے اس لئے مقراض شریعت سے کتر دئے گئے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد ہفتہ میں تین بار

وعظ فرماتے۔ مدرسہ میں جمعہ کی صبح اور منگل کی شام کو اور رباط میں اتوار کی صبح کو۔ بڑے بڑے علماء، فقہاء اور مشائخ حاضر ہوتے چالیس برس تک وعظ فرمایا جس کی ابتدا ۵۲۱ھ اور انتہا ۵۶۱ھ میں ہوئی ۳۳ برس تک درس وفتویٰ دیتے رہے اکثر اُن کی مجلس میں ایسی حالت لوگوں پر طاری ہوتی کہ ایک دو ہلاک ہوجاتے اور قریب قریب ۴۰۰ آدمی لکھنے بیٹھتے مگر لکھ نہ سکتے اور کوئی مجلس آپ کی ایسی نہ تھی جس میں کچھ یہود ونصاریٰ مسلمان نہ ہوتے اور دو ایک قطاع الطریق اور چور مشرف بہ توبہ نہ ہوتے ۔ایک بار ایک راہب آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور کہنے لگا میں یمن کا رہنے والا ہوں اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی مگر یہ ارادہ ہوا کہ ایسے شخص کے ہاتھ پر اسلام لاؤں جو زمانہ میں سب سے بڑا ہو چنانچہ خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا فرماتے ہیں بغداد جا اور شیخ عبدالقادر کے ہاتھ پر اسلام لا اس لئے کہ اس زمانہ میں اُن سے بہتر اور برتر کوئی نہیں۔

ایک روز ۵۲۸ھ میں خود منبر پر فرمایا کہ میں نے پچیس برس تک عراق کے جنگلوں اور ویرانوں میں تنہا پھر کر بسر کی اور چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ایک پَیر پر کھڑے ہوکر قرآن شروع کرتا اور دیوار میں ایک میخ گڑی ہوئی تھی اس کو پکڑ کر صبح تک کھڑے کھڑے قرآن ختم کرتا میں برج عجمی میں گیارہ برس تک رہا ہوں۔

میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ کچھ نہ کھاؤں گا جب تک نہ کھلایا جاؤں اور نہ پیوں گا جب تک نہ پلایا جاؤں ۴۰ دن تک برابر بے آب ودانہ بسر کی ۴۰ دن کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور کچھ کھانا میرے سامنے دھر کے چلا گیا نفس نے تو بہت چاہا کہ کچھ کھالینا چاہئے مگر میں نے کہا کہ چاہے کچھ ہو عہد کے خلاف ہرگز نہ کروں گا اتنے میں ابوسعید مخزومی میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے میں نے کہا کہ نفس کو بھوک کے سبب سے بہت قلق واضطراب ہے مگر خُدا کی عنایت سے روح کو پورا پورا اطمینان ہے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ باب امزج میں آؤ اور یہ کہہ کے چلے گئے میں نے جانے میں تامّل کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اپنی جگہ کیسے عہد کے خلاف جُنبش کروں اتنے میں خضر میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اٹھو اور ابوسعید کے پاس جاؤ میں شیخ ابوسعید کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ وہ میرے منتظر دروازے پر کھڑے ہیں۔ مجھ سے کہا کہ تم

نے میری بات کا اعتبار نہ کیا اچھا آؤ میرے ساتھ چلو مجھے لے گئے اور اپنے ہاتھ سے خرقہ پہنایا مدّت تک آپ کی خدمت میں اذکار واشغال میں رہا۔

روحانی تصرفات

ابراہیم داری کہتے ہیں کہ شیخ کو اللہ کی بارگاہ میں ایسی مقبولیت تھی کہ جب آپ جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد تشریف لے جاتے تو لوگ پہلے سے سڑکوں اور راہوں پر منتظر کھڑے رہتے کہ آپ نکلیں تو آپ سے اپنے مقاصد کے لئے ایک بار دعائیں کرائیں ایکبار جمعہ کے دن مسجد میں چھینک آئی لوگوں نے جواب دیا یرحمک اللہ اس قدر شور ہوا کہ تمام مسجد گونج اُٹھی مستنجد باللہ خلیفۂ وقت کمرہ میں بیٹھا تھا شور سُن کر گھبرایا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا شور ہے لوگوں نے جواب دیا کہ شیخ عبدالقادر صاحب کو چھینک آئی ہے۔

ایک دن آپ ممبر پر بیٹھے ابھی کچھ فرمایا نہیں اور نہ کوئی آیت پڑھی مگر دفعتہً لوگوں پر وجد کی سی کیفیت نہایت شدّت سے طاری ہوئی سب کو حیرت تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔آپ نے فرمایا کہ ایک شخص بیت المقدس سے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے کو ایک قدم میں یہاں آیا اور یہ سب حاضرین اس کی ضیافت میں ہیں بعضوں کو یہ خیال گذرا کہ جس شخص میں یہ قوت وقدرت ہو کہ ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں آئے اُس کو توبہ کی کیا ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہوا میں اُڑتا ہو اس کو بھی حاجت ہے کہ محبت کا راستہ کسی شیخ سے سیکھے۔

شیخ عدی ابن مسافر فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ وعظ فرماتے ہے دفعتہً پانی برسنے لگا۔ حاضرین مجلس پریشان ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے آپ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ میں تو لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو اُن کو متفرق کرتا ہے یہ فرمانا ہی تھا کہ مینھ رُک گیا مدرسہ کے باہر برستا مگر مدرسہ کے اندر نہ برستا اسی طرح ایک روز وعظ میں آپ قضا وقدر کا بیان فرما رہے تھے کہ دفعتہً ایک کالا سانپ آیا اور آپ کے بدن سے لپٹ گیا مجلس والوں کو کسی قدر خوف ہوا مگر آپ کو ذرا بھی تغیر نہ ہوا جب مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے تو سانپ بھی چلا اور آپ سے اس نے کچھ باتیں کیں جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھ سے کیوں

نہ ڈرے اور مجھ سے پرہیز کیوں نہ کیا میں نے کہا کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ سارے کام قضا وقدر سے ہوتے ہیں میں تقدیر کا بیان کر رہا تھا اگر ذرا بھی مجھ میں تغیر ہوتا تو علمائے بے عمل میں داخل کر دیا جاتا۔ سانپ نے کہا کہ میں نے کتنوں کو آزمایا مگر تقدیر پر بھروسہ کرنے والا تمھیں کو ٹھیک پایا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایام جوانی میں علم کلام میں مشغول رہتا تھا اور بہت سی کتابیں علم کلام اور منطق کی یاد بھی کر لی تھیں اور میرے چچا مجھے ان علوم کو پڑھنے سے روکتے تھے۔ ایک دن وہ مجھے شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں لے آئے اور عرض کیا کہ یہ میرا بھتیجا علم کلام میں بہت مشغول رہتا ہے ہر چند روکتا ہوں مگر باز نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا کہ کون کون سی کتابیں علم کلام کی حفظ کی ہیں میں نے عرض کی فلاں فلاں۔ آپ نے اُسی وقت اپنا دست مبارک میرے سینہ پر پھیرا ہنوز ہاتھ اُٹھایا نہ تھا کہ وہ سب کتابیں مجھے بھول گئیں نہ کوئی حرف مجھے یاد رہا نہ کوئی مسئلہ اور پھر اُسی وقت میرے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم بھر دئے کہ عقل وفہم کے احاطہ سے باہر ہے پھر مجھے آپ نے دعا دی کہ تو آخر عمر میں عراق کے صوفیہ کا سردار ہوگا۔

حیائی کہتے ہیں کہ میں حضرت کی کتاب حلیۃ الاولیا مطالعہ کیا کرتا اُس کے دیکھنے سے دل میں شوق پیدا ہوا اور یہ خیال پیدا ہوا کہ خلق سے علیحدہ ہو کر کسی گوشہ میں جا کر بیٹھوں اور عبادت میں مشغول ہوں اتفاقاً عصر کی نماز آپ کے پیچھے ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ خلق سے علیحدگی کا ارادہ ہے تو پہلے فقہ حاصل کر لو اور کسی شیخ کی خدمت میں کچھ روز حاضر رہو بعدہ' تم میں صلاحیت علیحدگی کی ہو جائے گی ورنہ شمع کی مانند ہو جاؤ گے کہ اور تو اس کی روشنی سے بہریاب ہے اور وہ خود بے بہرہ۔

کشف وکرامات

ایک دن خلیفہ مستنجد باللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے باادب بیٹھ گیا اور آپ کے سامنے کسی قدر مال بطور نذر پیش کیا جو دس تھیلوں میں تھا اور جس کو دس خادم اُٹھا کر لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی کچھ حاجت نہیں اُس نے بہت اصرار کیا تب آپ نے ایک

تھیلی داہنے ہاتھ میں اور ایک تھیلی بائیں ہاتھ میں اُٹھالی اور دونوں کو ملا کر دبایا تو اُس میں سے خون جاری ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمھیں شرم نہیں آتی کہ بندگان خدا کا خون کرتے ہو اور اُس کے عوض میں نذرانہ میرے پاس لائے ہو۔ مستنجد یہ دیکھ کر نہایت پریشان اور سخت پشیماں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تمھیں کسی قدر حضور سرور کائنات ﷺ سے لگاؤ ہے ورنہ اس وقت میں اس قدر خون بہاتا کہ تمھارے گھر تک بہہ کر جاتا۔

ایک مرتبہ ماہ محرم ۵۵۹ھ میں آپ رباط میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس قریب سَو آدمیوں کے بیٹھے تھے دفعتہً آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا کہ جلدی نکلو سب لوگ نکل گئے تو یکا یک مکان کی چھت گر پڑی اور سب بچ گئے آپ نے فرمایا کہ جب میں بیٹھا تھا تو مجھ سے یہ بات کہی گئی کہ چھت گرا چاہتی ہے اور میں تمھارے خیال سے اُٹھ بیٹھا۔

مفرج شیبانی کہتے ہیں کہ آپ کا شہرہ بغداد میں بہت ہوا سو فقیہ بڑے بڑے معتمد امتحان کے لئے مشکل مسائل مختلف فنون کے سونچ کر آئے اور مجلسِ وعظ میں بیٹھ گئے میں بھی اُس مجلس میں شریک تھا۔ آپ نے تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر آنکھ بند کی معلوم ہوا کہ ایک بجلی سی آپ کے سینہ سے نکلی اور اُن پر گری اُن کا یہ حال یہ ہوا کہ بے اختیار چلّا اُٹھے اور کپڑے پھاڑ ڈالے ننگے سر ہوگئے اور کُرسی پر آپ کے قدموں پر سر رکھنے لگے تمام مجلس میں شور ہوگیا یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام بغداد شریف ہل گیا آپ نے اُن کو اپنے سینہ سے لگایا تو افاقہ ہوا بعدہٗ ایک ایک شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فلاں تم یہ سوال سونچ کر لائے تھے تو اُس کا جواب یہ ہے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے ہر ایک شخص سے ان میں سے پوچھا کہ تم پر کیا حالت گذری کہنے لگے جب ہم آکر بیٹھے جو کچھ پڑھا لکھا تھا سب بھول گئے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی پڑھا ہی نہیں تھا لیکن جب آپ نے سینہ سے لگایا تو پھر وہ ہمارے علوم لوٹ آئے اور آپ نے ہمارے سوالات کے ایسے جوابات دیئے جو کبھی دیکھے تھے نہ سُنے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کے بعض مریدوں نے دعویٰ کیا کہ میں ان ظاہری آنکھوں سے خدا کو دیکھتا ہوں آپ نے ان کو طلب فرمایا اور اُن سے حال دریافت فرمایا تو انھوں نے آپ کے سامنے بھی اقرار کیا تو آپ نے انھیں منع فرمایا کہ زبان سے نہ نکالو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ سچ ہے یا

جھوٹ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر شبہہ والتباس ہوگیا۔ اس نے فی الحقیقت جو کچھ دیکھا دیدۂ بصیرت سے دیکھا مگر بصیرت اور بصر میں تشبیہ نام کی وجہ سے ایسا اتّصال ہوگیا ہے کہ نور بصر سے بصیرت کا مشاہدہ کیا اور بصیرت چونکہ نورحق سے متکیف تھی اس لئے سمجھ میں آیا کہ بصر کے ذریعہ سے مشاہدہ ہوا بس یہ شبہ ہوگیا۔ یہی مضمون مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ کا ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے انوار جمال وجلال سے فائز فرماتا ہے اُس کے ذریعہ سے وہ شخص صور اور اجسام سے ایسے امور اخذ کرنے لگتا ہے جو بے صور کے حاصل ہوتے ہیں۔

شیخ حرا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ کچھ تحریر فرمارہے تھے چھت سے کئی بار مٹّی گری آپ جھاڑتے رہے مگر گرنا بند نہ ہوا۔ آپ نے چھت کی طرف دیکھا تو ایک چوہا مٹّی گرا رہا تھا باقتضائے بشریت آپ کو غصہ آ گیا لہٰذا ذرا تیز نگاہ سے اس کو دیکھا تو چوہا مرکر گر پڑا اور اس کا سر دھڑ سے الگ ہوگیا۔ آپ نے لکھنا چھوڑ دیا اور رونے لگے میں عرض کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا کھٹکا ہے کہ مبادا کسی مسلمان سے میرے دل کو تکلیف پہنچے اور اُس کی بھی یہی حالت ہو جو اس چوہے کی ہوئی۔

ابوالفضل بزاز لکھتے ہیں کہ آپ بہت قیمتی کپڑے پہنا کرتے ایک دن خادم کو بھیجا کہ ایسا کپڑا خرید لا جو فی گز ایک اشرفی کی قیمت کا ہو اُس نے میری دکان سے خریدا میں نے پوچھا کہ کس کیلئے ہے اُس نے کہا کہ شیخ کیلئے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جب شیخ فقیر ہوکر اتنا قیمتی کپڑا پہنتے ہیں تو خلفاء اور سلاطین کیا پہنیں گے؟ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ دفعتہً ایسا معلوم ہوا کہ میرے پاؤں میں ایک کیل چُبھ گئی جس کے درد سے میں قریب المرگ ہوگیا لوگوں نے اس کو ہر چند نکالنا چاہا مگر نہ نکلی میں نے کہا کہ مجھ کو اُٹھا کر شیخ کے حضور میں لے چلو جب مجھے آپ کے سامنے لاکر ڈال دیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوالفضل دل میں اعتراض نہ کیا کرو میں نے بخدا اس قسم کے کپڑے پہننے کا ارادہ نہیں کیا جب تک کہ مجھ سے کہا نہیں گیا کہ ایسا کپڑا پہنو۔ اے ابوالفضل یہ موت کا کفن ہے اور مُردہ کے لئے کفن عمدہ ہونا چاہئے پھر آپ نے اپنا دست مبارک پَیر پر پھیر دیا تو نہ درد رہا نہ کیل خدا جانے کیا ہوئی اور کدھر گئی اس کے بعد آپ نے

حاضرین سے فرمایا کہ میرا اعتراض کیل کی صورت میں متشکّل ہوکر پیر میں چبھ گیا۔

ابن حضرت حسینی فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک خادم کو ایک رات میں ستّر بار نہانے کی ضرورت ہوئی ہر بار یہی دیکھا کہ عورت سے صحبت کرتا ہے صبح کو نہایت پریشانی کی حالت میں حضرت کے حضور میں حاضر ہوا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ رات کے واقعہ سے کچھ خوف نہ کر میں نے ستّر زنا تیرے نام لکھے ہوئے دیکھے تھے میں نے اللہ سے عرض کیا کہ مٹ تو سکتے نہیں مگر بیداری سے خواب میں ہوجائیں چنانچہ ویسا ہی ظہور ہوا۔

عبدالرحیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص عبدالصمد ابن رحمان بڑے مالدار متقی پرہیز گار تھے مگر شیخ کی خدمت میں اعتقاد نہ رکھتے تھے اور آپ کی خدمت میں کبھی آتے بھی نہ تھے۔ اخیر میں یہ نوبت پہنچی کہ آپ کے خادموں میں داخل ہوئے اور ہردم آپ کی خدمت میں رہتے لوگوں کو اس سے تعجب ہوا۔ میں نے ایک دن اُن سے حال پوچھا تو انھوں نے قصہ یوں بیان فرمایا کہ میں اپنی کم نصیبی سے ایک زمانہ تک آپ سے عقیدت نہ رکھتا تھا ایک دن اتفاقاً آپ کے مدرسہ کی طرف سے گذرا آذان ہوچکی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ نماز پڑھ لوں تو چلوں اور مسجد میں داخل ہوکر منبر کے قریب ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ خود مابدولت ہی یہاں نماز پڑھائیں گے دفعتہً آپ تشریف لائے اور مسجد میں مجمع کثیر ہوگیا یہاں تک کہ نکلنا دُشوار ہوگیا مجھے پاخانہ کی ضرورت معلوم ہوئی اور ایسی شدت ہوئی کہ ضبط نہ ہوسکا اور سخت پریشان ہوا آپ منبر پر خطبہ کیلئے گئے میں اسی تردّد میں تھا کہ نہ نکل سکتا ہوں نہ بیٹھ سکتا ہوں دفعتہً آپ نے منبر پر سے اپنے کپڑے کا دامن میرے اوپر ڈال دیا اچانک میں دیکھتا ہوں کہ ایک لق ودق میدان ہے اور وہاں درخت سایہ دار ہیں اور پانی جاری ہے میں نے قضائے حاجت کی اور وضو کیا اور دو رکعت نماز کی اتنے میں آپ نے دامن مبارک اٹھالیا تو میں نے اپنے تئیں وہیں منبر کے قریب پایا اور ساری تکلیفیں دور ہوگئیں اس سرگذشت سے حیرت میں تھا کہ خدایا یہ کیا معاملہ ہے کبھی یہ خیال کرتا تھا کہ خواب تھا لیکن کبھی اپنے بدن کو دیکھتا تھا تو اس کو آب وضو سے ترپاتا اسی حیرت میں مجلس ختم ہوئی اور لوگ اُٹھ کر چلنے لگے تو میں بھی اُٹھ کر چلا لیکن جب رومال اور کُنجیاں تلاش

کیں تو نہ ملیں لاچار گھر چلا آیا دوسرے روز مجھے عراق عجم کا سفر درپیش تھا لوہار بُلا کر صندوق کھلوائے اور روانہ سفر ہوئے بغداد میں تین روز کے راستہ پر جب پہنچے تو ایک میدان اُسی شکل کا نظر آیا جو مسجد میں دیکھا تھا ویسا ہی میدان تھا ویسے ہی درخت تھے ویسے ہی پانی جاری تھا۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے یہاں اُتریں کچھ کھائیں پئیں اور نماز پڑھ لیں غرض وہاں اُترے تو میں نے پہچانا کہ یہ وہی جگہ ہے جو مسجد میں دیکھی تھی میں نے وضو کر کے ایک جگہ نماز پڑھنے کا قصد کیا تو دیکھتا ہوں کہ میرا رومال اور کُنجیاں جو جمعہ کے دن گُم ہوئی تھیں وہیں رکھی ہوئی ہیں مجھے اور بھی زیادہ تعجب ہوا اور حیرت پر حیرت ہوئی میں کسی سے اس قصہ کو بیان نہ کرتا تھا کہ لوگ جھوٹ سمجھیں گے اور تکذیب کریں گے بفضلہٖ تعالیٰ جب سفر سے لوٹ کر واپس آیا تو پہلے حضرت کے حضور میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ سرگذشت بیان کرو اور جو کچھ دیکھا ہے صاف صاف کہو تمھاری سچائی اور عدالت واقعی ایسی ہے کہ کوئی تکذیب نہیں کر سکتا اللہ نے تم پر رحم فرمایا کہ میرے انکار سے تمھیں بچالیا۔

شیخ محمد ابن فائد فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت اپنے لڑکے کو حضرت کے حضور میں لائی اور عرض کرنے لگی کہ لڑکے کو حضور سے بہت عقیدت ہے اس لئے آپ کی خدمت میں لائی ہوں کہ حاضر خدمت رہ کر اللہ کا نام سیکھے اور میرے حقوق جو اُس پر تھے وہ میں نے معاف کئے آپ نے اس کو قبول فرمایا اور مجاہدہ و ریاضت کا حکم دیا بعد چند دن کے وہ عورت اُس لڑکے کے پاس آئی تو دیکھا کہ نہایت دبلا اور حد درجہ کا نحیف ہو گیا ہے نہ اچھی طرح کھانا ملتا ہے نہ پورے طور سے سونا نصیب ہوتا ہے تھوڑی سی جَو کی روٹی ملتی ہے جو اُس بیچارے کے تمام دن کی غذا ہے حضرت کے حضور میں حاضر ہوئی دیکھا کہ آپ نے مُرغ تناول فرمایا ہے جس کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں اُس ضعیفہ نے عرض کیا کہ حضور تو مُرغ تناول فرماتے ہیں اور میرے لڑکے کو جَو کی روٹیاں دیتے ہیں وہ بھی پیٹ بھر نہیں ہوتیں آپ نے اُن ہڈیوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ کہ **قم باذن اللہ الذی یُحیِ العِظَامَ وَھِیَ رَمِیمٌ** وہ مُرغ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بانگ دینے لگا آپ نے فرمایا کہ تیرے لڑکے کو جب یہ قدرت حاصل ہو جائے اُس وقت اُسے بھی اختیار ہے جو چاہے سو کھائے۔

علمی جلالت

حافظ ابوالعباس فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اور شیخ جمال الدین ابن جوزی حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوئے اتفاقاً کسی قاری نے ایک آیت قرآن کی تلاوت کی حضرت شیخ نے اس کی ایک طور سے تفسیر بیان فرمائی میں نے ابن جوزی سے دریافت کیا کہ تم نے یہ معنی کہیں لکھے ہوئے دیکھے ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ ہاں دیکھے ہیں آپ نے دوسرے معنی بیان فرمائے اس کو بھی ابن جوزی نے فرمایا کہ یہ بھی دیکھے ہیں گیارہ وجہ تک تو ابن جوزی اقرار کرتے رہے کہ یہ سب میری نظر سے گذرے ہیں حضرت شیخ نے چالیس معنی تک اُس آیت کے بیان فرمائے اور ہر معنی کی سند بھی بیان فرماتے رہے تب ابن جوزی نے کہا کہ یہ معانی میری نظر سے نہیں گذرے اور حضرت شیخ کے وسعتِ علم کے مُقر رہوئے۔ تفسیر بیان فرما کر حضرت نے ارشاد فرمایا۔ **نترک القال ونرجع الی الحال** اور یہ کہہ کر **لا اله الله محمد رسول الله** کی ایک ضرب لگائی اسی وقت تمام مجلس میں ایسی حالت اور کیفیت طاری ہوئی کہ ابن جوزی نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

محمد ابن حسین فرماتے ہیں کہ آپ تیرہ علوم میں کلام کرتے اپنے مدرسہ میں کسی دن فقہ کا درس فرماتے کسی دن کلام کا کسی روز حدیث کا کبھی اصول اور کبھی نحو وغیرہ کا عراق و دیگر بلاد سے بکثرت آپ کے پاس فتوے آتے آپ بلا ملاحظہ کتب بلاتردد فوراً سب کا جواب لکھا دیتے۔ آپ امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل دونوں کے مذہب کے موافق فتویٰ دیتے اور جب وہ فتویٰ علمائے عراق کے سامنے پیش کئے جاتے تو وہ لوگ آپ کی سرعت جواب اور تبحّر علمی سے سخت متعجب ہوتے۔

ایک دفعہ ایک فتویٰ بلاد عجم سے آیا جس کے جواب میں بڑے بڑے علمائے عراق متحیر ومتردد تھے۔ فتویٰ یہ تھا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ایسی عبادت کروں گا جس میں کوئی میرا شریک نہ ہو یعنی وہ عبادت کوئی دوسرا میرے سوا اس وقت نہ کرتا ہو آپ نے فوراً یہ لکھا دیا کہ مطاف اُس

کے لئے خالی کر دیا جائے اور وہ تنہا سات طواف کر لے۔

آپ کی مجلس میں بسا اوقات جنّات بھی آپ کے سامنے آیا جایا کرتے تھے ابونظر ابن عمر بغدادی بڑے عامل اور تسخیر جنات کے بہت سے عمل پڑھے ہوئے تھے اور بہت سے جن آپ کے مسخّر تھے ایک دفعہ کسی جن کو انھوں نے عمل کے زور سے حاضر کرنا چاہا ہر چند کوشش کی مگر وہ حاضر نہ ہوا بڑی دیر کے بعد جب حاضر ہوا تو انھوں نے وجہ دریافت کی اُس نے کہا کہ جس وقت شیخ عبدالقادر وعظ فرماتے ہیں اس وقت ہم کو نہ بلایا کیجئے۔ انھوں نے کہا کہ تم لوگ بھی اُن کے وعظ میں حاضر ہوتے ہو؟ وہ بولا کہ ہمارا مجمع تو انسان سے کہیں زیادہ ہوتا ہے ہماری جماعت کے بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور اسلام لائے ہیں۔

شیخ علی ابن ہیتی فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ منبر پر وعظ فرما رہے تھے دفعتہً آپ نے فرمایا کہ **قدمی علیٰ رقبة کل ولی اللہ**۔ یہ سن کر شیخ ہیتی کُرسی پر چڑھ گئے اور قدم مبارک اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لئے اُن کے بعد حُضار مجلس نے بھی یہی کیا۔

شیخ عبدالوہاب آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ۲۹ رمضان مبارک کو حضرت کسی قدر علیل تھے ایک شخص نہایت باوقار خوبصورت حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں رخصت ہوتا ہوں پھر شاید مجھے حاضر ہونا نصیب نہ ہو میں ماہِ رمضان ہوں۔

خرقۂ خلافت

آپ کو تعلیم و تربیت اولاً بواسطہ روحانیت حضرت سرور کائنات ہوئی۔ **روحی فداہ** مگر بظاہر خرقہ خلافت تین جگہ سے حاصل ہوا (۱) اول آبائی (۲) دوسرا حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ (۳) تیسرا حضرت شیخ ابوالوفا بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابتداً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تعلیم پائی اور بقول بعض آپ کو اور جگہ سے خرقہ خلافت حاصل ہوا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت شیخ انور تبریزی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شیخ حماد اور تین خرقہ اور بزرگوں سے۔ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کا طریقہ کس امر پر مبنی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صدق و راستی اور اتباع ظاہر و باطن شریعت پر۔

حضرت شیخ عدی ابن مسافر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جو شخص خرقۂ خلافت طلب کرتا ہے میں اُس کو دینے میں تامّل نہیں کرتا الّا شیخ عبدالقادر کے پاس بیٹھنے والوں کو خرقہ دیتے ہوئے فی الجملہ تامّل ہوتا ہے کہ اس نے دریا کو چھوڑ کر تالاب کی طرف کیوں رغبت کی۔

حلیہ شریف

حلیہ شریف آپ کا یہ تھا۔ آپ دُبلے بدن میانہ قد چوڑے سینہ والے تھے ریش مبارک چوڑی اور لنبی تھی رنگ گندم گوں تھا پیوستہ ابرو کسی قدر بلند کلام میں آپ کے کسی قدر جہر اور سُرعت ہوتی آپ کا کلام نہایت دل آویز اور دل نشین ہوتا جو شخص آپ کے جمال باکمال پر اگرچہ وہ کیسا ہی قسی القلب ہوتا نظر ڈالتا اسی وقت اپنے دل میں خشوع کی کیفیت پاتا۔

ازواج و اولاد

آپ کے چار بیویاں تھیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف میں تحریر فرماتے ہیں بعضوں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اتنے نکاح کیوں کئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے نکاح نہیں کیا جب تک حضرت سرور کائنات نے ارشاد نہیں فرمایا کہ اے عبدالقادر نکاح کر۔ آپ کی ۴۹ اولاد ہوئیں ۲۷ لڑکے اور باقی لڑکیاں۔

محی الدین کی وجہ تسمیہ

آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ محی الدین آپ کا نام کیوں ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ میں ۵۱۱ھ میں سفر سے ایک دن بغداد میں آیا ایک شخص بیمار پر گذرا جو نہایت دُبلا اور نحیف و لاغر ہو گیا تھا اُس نے مجھے دیکھ کر کہا السّلام علیک یا عبدالقادر میں نے سلام کا جواب دیا اُس نے کہا کہ مجھ سے قریب ہو جاؤ! میں قریب ہو گیا تو اس نے کہا کہ مجھے بیٹھاؤ۔ میں نے اٹھا کر بیٹھا دیا اُس کے ہاتھ پیر دُرست ہو گئے اور چہرہ کا رنگ صاف و مصفّا ہو گیا پھر مجھ سے کہا کہ تم نے مجھے پہچانا؟ میں نے کہا نہیں تو اُس نے کہا کہ میں دین اسلام ہوں ضعیف و ناتواں اور قریب المرگ ہو گیا تھا

تمھارے سبب سے اللہ نے مجھے ازسرِ نو زندگی بخشی اس کے بعد میں اُسے وہیں چھوڑ کر جمعہ کا دن تھا نماز کے لئے جامع مسجد میں آیا پہلے جو شخص مسجد میں ملا اُس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ السّلام علیکم یا محی الدین! پھر مسجد میں جو مجھ سے ملتا وہ اسی نام سے مجھے پکارتا حالانکہ اس سے بیشتر نہ یہ میرا نام تھا نہ اس امر کا میں نے دعویٰ کیا تھا۔

مبارک خواب

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوں اور دودھ پیتا ہوں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ! یہ میرا لڑکا ہے۔

پڑوسی کا خیال

آپ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جن کا نام عبداللہ ابن نقطہ تھا وہ ہمیشہ نرد بازی میں مشغول رہتا ایک روز ایک جماعت کے ساتھ نرد میں بازی لگائی تو سارا گھر بار ہار گیا جب بہت مجبور ہوا تو اس امر پر بازی ہوئی کہ جو ہارے اُس کا ہاتھ کاٹا جائے پھر بھی وہ لوگ جیتے اور اس بات پر مستعد ہوئے کہ اس کا ہاتھ کاٹیں یہ انکار کر رہا تھا اتفاقاً حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان کی چھت پر گئے تھے یہ واقعہ دیکھا تو پڑوسی ہونے کے سبب آپ کو اُن پر رحم آیا تو اسے اپنی جائے نماز دی اور یہ فرمایا کہ اس پر بازی لگا اب جو بازی لگائی تو برابر جیتتا گیا اور جس قدر مال ہار گیا تھا سب واپس لے آیا اور پھر حضرت کے حضور میں آ کر قدموں پر گر پڑا اور توبہ کی اور بڑے خواص اور اجل خُلفاء میں سے معدود ہوا۔

ایک شخص کی توبہ

الوراق کہتے ہیں کہ مَیں ابتداء میں اونٹ چرایا کرتا اتفاقاً ایک شخص میرے پاس جیلان کا رہنے والا گیا اور ناگہانی بیمار ہوا یہاں تک قریب موت کے پہنچا اور اس نے مجھ سے وصیّت کی کہ یہ میرا کپڑا ہے اس میں دس اشرفیاں ہیں جب بغداد جانا تو شیخ عبدالقادر جیلانی کو نذر دے

دینا لیکن میں جب بغداد میں آیا تو میری نیت بدل گئی اور یہ خیال کیا کہ آپ کو خبر تو ہوگی نہیں نذر پیش نہ کروں گا۔ ایک روز اتفاقاً راستہ میں جارہا تھا اور آپ اُسی طرف سے تشریف لا رہے تھے ملاقات ہوگئی میں نے سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے زور سے ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ محض دس اشرفی کی لالچ سے تو نے اُس جیلانی کی امانت میں خیانت کی اور میرے پاس آنا ترک کردیا؟ اس کلام سے مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ بیہوش ہوکر گر پڑا اور آپ چلے گئے۔ پھر جب مجھے افاقہ ہوا تو امانت آپ کو حاضر کی اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

مجلس وعظ کی کیفیت

حافظؒ الورعہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز آپ کی مجلس میں حاضر تھا تو کیا دیکھا کہ آپ فرماتے تھے کہ میرے کلام کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو جبل قاف کے اس طرف سے میری مجلس میں حاضری کے لئے ہوا پر آئے ہیں۔

آپ کے صاحب زادے شریف سید عبدالرزاق ایک دن مجلس میں آپ کے قدم کے نیچے حاضر تھے ناگہاں آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو ٹکٹکی بندھ گئی اور کچھ ایسی گرمی پیدا ہوئی کہ ٹوپی میں آگ لگ گئی حضرت شیخ نے آپ کی آگ بجھائی لوگوں نے سید عبدالرزاق سے جو حال پوچھا تو بیان کیا کہ میں نے نظر جو ہوا کی طرف اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ گردن جھکائے کھڑے ہیں اور آپ کے کلام سنتے ہیں اور آسمان کے تمام اُفق کو گھیر لیا ہے اور تمام لباس اُن کے آتشیں ہیں کوئی ان میں چلاتا ہے کوئی تڑپتا ہے کوئی زمین پر گرتا ہے یہ دیکھ کر میرے ہوش جاتے رہے۔

رجال الغیب کا اطاعت کرنا

شیخ عبداللہ جبلی کہتے ہیں اور آپ جبلی اس لئے کہلاتے ہیں کہ کوہ پر زمانہ دراز تک رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک بار چاندنی رات تھی کیا دیکھتا ہوں کہ پہاڑ پر بہت سے لوگ اکٹھا ہوا پر اُڑ رہے ہیں میں نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں جاتے ہو وہ کہنے لگے کہ رجال الغیب ہیں اور حضرت نے ہم کو حکم دیا ہے کہ بغداد میں قطبِ وقت کی خدمت میں حاضر ہوں میں نے پوچھا کہ

قطب وقت کون ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی میں نے اُن سے کہا کہ مجھے بھی ساتھ لے چلوتو انھوں نے مجھے اپنے ساتھ ہوا کی جانب اٹھایا۔وہ چشم زدن میں بغداد پہنچ کر حضرت کی حضور میں نہایت ادب سے حاضر ہوئے جیسے کوئی خادم اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو جب وہاں سے لوٹے تو مجھے ساتھ لے لیا جب پہاڑ پر پہنچے تو میں ان سے پوچھا کہ تم نے شیخ عبدالقادر کی اس قدر تعظیم کی حالانکہ تم خود اولیائے صاحب خدمت ہو وہ کہنے لگے کہ ہم کیونکر تعظیم نہ کرتے کہ عبدالقادر وہ شیخ ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قدمی علی راس کُل ولی اللہ ہم سب پر اُن کی اطاعت واجب ہے۔

ایک کرامت

ایک مرتبہ خلیفہ مستنجد باللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ درخواست کی کہ میں کرامت دیکھنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ کس قسم کی؟ اُس نے کہا کہ آج کل فصل نہیں ہے غیب سے ایک سیب پیدا ہو جائے۔آپ نے ہاتھ بڑھایا اور دو سیب سامنے رکھ دیئے ایک آپ نے لیا ایک اُس کو دیا۔آپ نے اپنا سیب جو تراشا تھا بہت سفید براق تھا اور بہت ہی پاکیزہ خوشبو آتی تھی اور خلیفہ نے جو اپنا سیب تراشا تو اُس میں دُھواں نکلا اور بدبو ظاہر ہوتی تھی اُس نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں ولایت کا ہاتھ لگا ہے اس لئے اُس کی پاکیزہ خوشبو ہوئی اور اُس میں ظلم کا ہاتھ لگا ہے اس سبب سے بدبودار ہو گیا۔

آپ کی دعا نے تقدیر بدل دی

شیخ ابوسعید خزیمی کہتے ہیں کہ ۵۲۱ھ میں ایک تاجر ابوالمظفر حسن ابن نعیم نام شیخ حماد دباس کی حضور میں آیا اور یہ عرض کیا کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ تجارت کا مال لے کر ملک شام کو جانے والا ہوں جانا میرا مناسب ہے یا نہیں آپ نے تھوڑی دیر تامل فرما کر ارشاد فرمایا کہ تو اس سال سفر کرے گا تو مارا جائے گا اور تیرا مال لوٹا جائے گا یہ شخص نہایت رنجیدہ خاطر اُن کی خدمت سے واپس آیا راستہ میں شیخ عبدالقادر سے ملاقات ہوئی آپ اُس زمانہ میں نوجوان تھے آپ سے

انھوں نے یہ سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تم سفر کروگے تو صحیح وسالم واپس آؤ گے اور مال تجارت میں فائدہ اُٹھاؤ گے اور اگر کچھ نقصان ہو تو میرا ذمّہ وہ شخص یہ سن کر ملک شام کو گیا اور بیچا اور بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور صحیح وسالم لوٹا راستے میں حلب کے حمام میں قضائے حاجت کے لئے گیا اتفاقاً اُس تجارت کے کمائے ہوئے اشرفیوں کی تھیلی جو تھی بعد فراغ حاجت وہیں بھول آیا اور منزل پر آکے سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ اس قافلہ پر ڈاکو آگرے اور قافلہ کو لوٹ لیا اور اُس کو قتل کیا یہ گھبرا کر اُٹھا تو ضرب کا نشان کسی قدر اپنے بدن پر پایا اور کپڑے میں خون کے نشانات بھی محسوس ہوئے مال ڈھونڈھا تو نہ ملا یاد آیا کہ حمام میں چھوڑ آیا ہوں وہاں پہنچا تو مال جہاں رکھا تھا وہیں دھرا ہوا پایا۔ جب بغداد پہنچا تو خیال ہوا کہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو لیکن یہ تردّد ہوا کہ پہلے شیخ حماد کے پاس جاؤں یا پہلے شیخ عبدالقادر کے پاس اتفاقاً شیخ حماد سے سوق السلطان میں ملاقات ہوگئی مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ اے ابوالمظفر پہلے شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہو اُن کا مقام محبوبیت کا ہے تمھارے لئے جان ومال کا نقصان تو لکھ گیا تھا مگر شیخ عبدالقادر نے ستّر بار دُعا فرمائی تو اللہ نے اُس کی برکت سے خواب پر ٹال دیا پھر میں جب شیخ عبدالقادر کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ شیخ حماد نے جو تم سے اوّل کہا تھا بات یوں ہی تھی مگر میں نے ستّر بار دُعا کی۔ غرض برابر دعا کرتا رہا جب ستّر بار دعا کی تو وہ واقعہ جو ہونے والا تھا بیداری سے خواب کی طرف بدل گیا۔

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی کا خراج عقیدت

شیخ عبداللہ انطاکی کہتے ہیں کہ چند روز میں نے شیخ احمد رفاعی کی خانقاہ میں امامت کی ایک دن آپ نے فرمایا کہ کچھ اوصاف شیخ عبدالقادر کے بیان کرو! میں بیان کرنے لگا ایک شخص نے اثناء گفتگو میں کہا کہ یہ ذکر چھوڑو اتنے بڑے شیخ کے روبرو انھیں کے اوصاف بیان کرنا چاہئے۔ شیخ احمد رفاعی کو نہایت غصّہ آیا اور تیز نگاہ سے اُس شخص کی طرف دیکھا وہ بہوش ہو کر گر پڑا اور تھوڑی دیر میں ہلاک ہوگیا آپ نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر کے مرتبہ کو کون پہنچ سکتا

ہے وہ اتنا بڑا شیخ ہے کہ شریعت کا دریا اس کے داہنے جانب بہ رہا ہے اور حقیقت کا دریا بائیں جانب بہ رہا ہے جو جس دریا سے چاہے پانی لے۔

دلوں پر حکمرانی

شیخ عمر بزار کہتے ہیں کہ میں ایک روز آپ کے ساتھ جمعہ کے دن جامع مسجد میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ کسی شخص نے نہ آپ کی طرف التفات کی نہ سلام کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کیا معاملہ ہے اور جمعہ میں تو شیخ کے پاس اس قدر مجمع ہوجاتا تھا کہ ہم لوگ مشکل سے پہنچ سکتے تھے آج کیا ہے کہ کوئی متوجہ بھی نہیں ہوتا معاً کیا دیکھتا ہوں کہ جوق در جوق لوگ سلام ومصافحہ کے لئے مجتمع ہوگئے شیخ نے میری طرف دیکھا اور متبسم ہو کر فرمایا کہ اے عمر! تمھیں تعجب کیا ہے تم نہیں جانتے کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں جب چاہوں اپنی طرف متوجہ کروں جب چاہوں اپنے سے پھیر دو۔

ایک جماعت کی فریادرسی

ابومحمد حری فرماتے ہیں کہ ہم ۵۵۵ھ میں ماہ صفر کی تیسری تاریخ کو شیخ عبدالقادر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ اُٹھے اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی دفعتہً زور سے چلاّئے اور ایک کھڑاؤں اپنی پھینکی اُس کے بعد دوسری پھینکی دونوں کھڑاؤں نظر سے غائب ہوگئیں ہم میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے اُس کا سبب دریافت کرے تیس دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ آیا قافلہ والے حضرت کے حضور میں آئے اور کچھ نذر گذارنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی انھوں نے کچھ ریشمی کپڑے کچھ نقد مع کھڑاؤں کے پیش کئے لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کھڑاؤں تمھیں کہاں ملیں انھوں نے یوں اپنا قصہ بیان کیا کہ تیسری صفر کو ہم لوگ جارہے تھے کہ ناگہاں ڈاکوؤں کی جماعت نے ہمیں آکے گھیرا اور ہمیں مارا اور مال بھی لوٹ لے گئے جب آپس میں تقسیم کرنے لگے تو ہم لوگوں نے نذر مانی کہ ہمارا مال مل جائے گا تو اس قدر مال شیخ عبدالقادر کے حضور میں بطور نذر پیش کریں گے یہ کلام ہمارا تمام نہ ہوا تھا کہ دفعتہً دو

آوازیں ہولناک ہم نے سُنیں اور اُن لوگوں کو نہایت خوفناک پایا اور یہ خیال گذرا کہ کوئی واقعہ اُن پر بھی واقع ہوا۔ اُن میں سے چند آدمی ہمارے پاس آئے اور ہم سے کہنے لگے کہ اپنا مال چل کر ہم سے لے لو ہم جوان کے پاس آئے تو اُن کے دوسرداروں کو دیکھا کہ مَرے پڑے ہیں اور دونوں کھڑاوٗں بھی اُن کے سامنے پڑے ہیں ہم نے اپنا مال لے لیا اور کھڑاوٗں کو اُٹھا کر رکھ لیا۔ ہمیں یقین کُلّی ہوگیا کہ حضرت کے جانب سے مدد پہنچی۔

آپ کے بعض احباب نے طلاق کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ وہ افضل ہیں بایزید بسطامی سے، پیچھے خیال ہوا تو علماء سے پوچھا مگر علماء کو جواب میں تامل ہوا۔ حضرت کی حضور میں آکر اپنی پریشانی ظاہر کی اور عرض کیا کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں اگر فرمایئے تو اپنی بیوی کو الگ کردوں آپ نے فرمایا کہ نہیں بیوی سے صحبت کر اس لئے کہ فضیلت کے لئے من کل الوجوہ فاضل ہونا ضرور نہیں تم نے نکاح کیا ہے بایزید نے نکاح نہیں کیا تم کو اللہ نے اولاد دی ہے بایزید کو اولاد نہیں دی تم کو اللہ نے افتاء کا منصب عطا فرمایا اللہ کے بندوں کو فتویٰ دیتے ہو ان امور میں تم کو اُن پر فضیلت ہے۔

وصال

سُلطان العلماء شیخ عزیز الدین فرماتے ہیں کہ جس طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کے کرامات بتواتر ثابت ہیں کسی ولی کی ثابت نہیں جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب نے آکر عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے کہ اُس پر عمل کیا کروں آپ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑو اور خدا کے سوا نہ کسی سے خوف و ڈر کرو نہ کسی اور سے کچھ امید رکھو اور اپنی ساری حاجتیں اللہ کے سپرد کرو اور اسی طور پر ہر طرح سے اعتماد رکھو اُس کے سوا کسی غیر پر کچھ اعتبار نہ کرو جب دل کا معاملہ اللہ کے ساتھ ٹھیک ہوجاتا ہے تو نہ کوئی چیز اُس سے نکلتی ہے نہ کوئی شئے اس میں جاتی ہے۔

کبھی کبھی حاضرین کے جانب خطاب کرکے فرماتے کہ میرے پاس تمھارے سوا اور لوگ

بھی آتے ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے اُن کا ادب کرو اور اُن کے لئے جگہ کشادہ کرو ایک دن رات ملنے والوں سے فرماتے رہے **علیکم السلام ورحمته الله وبرکاته غفر الله لی ولکم تاب الله علی وعلیکم بسم الله غیر مودع۔**

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرؤف اور حضرت موسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک کبھی کبھی اپنے ہاتھ اوپر اُٹھاتے اور فرماتے السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ توبہ کرو اور داخل ہو صف میں آپ کے صاحبزداے شیخ عبدالعزیز نے حال پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا حال کچھ نہ پوچھو میں اللہ کے علم میں پلٹے کھاتا ہوں میری بیماری کا حال کوئی نہیں جانتا ہے نہ کوئی انس وجن نہ فرشتہ سمجھ سکتا ہے۔

حضرت کے دوسرے صاحبزادے شیخ عبدالجبار نے پوچھا کہ آپ کے کس عضو میں درد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بجز دل کے میرے سارے اعضاء میں درد ہے۔ دل میرا اللہ کے ساتھ ہے۔ سکرات کی حالت جب آپ پر طاری ہوئی تو آپ یہ فرماتے تھے **استغیث بلا الٰه الا سبحانه تعالیٰ والحی الذی لا یخشی الفوت سبحان من تعزز بالقدرة اقهر عباده بالموت لاالٰه الا الله محمد رسول الله** حضرت شیخ موسیٰ آپ کے صاحب زادے فرماتے ہیں کہ تعزز کے لفظ پر آپ کی زبان میں لکنت ہوئی آپ نے زور سے کھینچا زبان صحیح ہوگئی آپ اللہ اللہ فرمانے لگے اور اسی کلمہ پر روح پرفتوح نے خطیرۃ القدس کی جانب رحلت فرمائی۔ عشق آپ کا مادّہ تاریخ ولایت ہے ۹۱ برس کا آپ سن ہوا۔

کمال آپ کے سِن کا عدد ہے اور وصال اکثر کے نزدیک ۱۷ ربیع الثانی اور بعض کے نزدیک گیارہ ہے۔ رات کے وقت آپ کو دفن کیا اس وجہ سے کہ ازدحام خلائق اس درجہ تھا کہ دن میں راستوں میں لے جانے کی جگہ نہ تھی۔ **رضی الله تعالی عنه وقدس سرهٔ وافاز نا الله من برکاته ومعارفته وحشرنا فی زمرة مریدیه۔**

تمت بالخیر

فقیر محمد حسین الہ آبادی